

ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے

جرنل ڈاٹیل نمبر ۲۶۵

مجلس مرکز حزب انصا بھیرہ و ادارہ عالیہ محمدیہ کاترجان

ماہنامہ

شمس الاسلام

بیعت سالانہ
معاہدہ
عام
طلبہ

جلد ۱۵ بھیرہ (پنجاب) ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ مطابق دسمبر ۱۹۴۲ء نمبر ۱۲

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام مضمون	مضمون نویس	نمبر صفحہ
۱	انبیا	از قلم طاہر	۲
۲	تو کیوں سنی نہ ہوا	از مدیر	۳
۳	ماتم حسین	از جناب مولانا حافظ محمد داؤد صاحب خفنی مرزا پوری	۸
۴	شیعوں کے حضرت فیروز اور مختار خفنی	از غلام دستگیر صاحب نامی	۱۳
۵	لاہوری مرزا شیوں کے دجل کا انکشاف	از مدیر	۱۷
۶	وسط ہند اور جنوبی ہند میں جدیدیت	از جناب مولوی محمد یعقوب صاحب ایڈوکیٹ چھاؤنی مھو	۲۰
۷	منقولات	منقول از رسالہ "معارف"	۲۸
۸	مسلمان گائے کی قربانی ترک کر دیں	از نور محمد کمر بلانی سالار ناظم اجانب ہند	۳۰
۹	اطلاعات	میں	۳۶

(باہتمام غلام حسین ایڈیٹر پرنٹر پبلشر میجر منوہر پریس سرگودھا سے چھپ کر بھیرہ پنجاب سے شائع ہوا)

انیمیا

(طالوت)

مقام ان کا ماؤف جب سے ہوا ہے
مرض نے کیا ان کو معذورایا
تقاضائے عادت سے مجبور ہو کر
دعاؤں میں مصروف ہیں سید احمد
بخاری بھی پڑھتے ہیں اونچے سروں میں
ادھر گنگنا تا ہے ”نقاش“ بھی کچھ
لگر زخم وہ مندل کس طرح ہو؟
”ہوا ان کی خار ج“ ابھی اور ہوگی
ابھی تو دھماکا ہوا محض دھیمہ

۱۔ سید احمد جعفری سیالکوٹی جو مرزا محمود کے بچنے کے دوست ہیں اور باوجود پختہ مرزائی ہونے کے ایک ”خصوصی“ وجہ کی بنا پر تاحال مرزا محمود کی بیعت نہیں ہوئے۔ (طالوت)

سرخ پشیل کا نشان
یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ پشیل کا نشان لگایا گیا ہے جن کے چندہ کی میعاد اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو چکی ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں۔ اگر خدا خواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی فرصت میں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ پرچہ بذریعہ دی پی آر سال خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ (غلام حسین پیٹھر)

مذہب و فاضل

تو کیوں سنی نہ ہوا؟

بجواب ”میں سنی کیوں نہ ہوا“ مندرجہ رسالہ برہان

(افملدیر)

فخریہ لکھا تھا :-

”سواشیعوں کے کوئی فرقہ دنیا میں ایسا نہیں ہے جس کا وظیفہ لعنت کرنا ہو۔ جو دن رات اُسٹھے بیٹھتے لعنت کیا کرتا ہو۔ دیگر افراد مردم نے بے غوری یا بے انصافی سے ہماری اس مایہ ناز خصوصیت

کو صفت ذم قرار دیا ہے کہ

دشنام نجد ہے کہ طاعت باشد

مذہب و اہل مذہب معلوم“

(الواعظ ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء)

جس کے پاس دلائل و براہین نہ ہوں وہ ہمیشہ اپنے کلام کو موثر بنانے کے لئے مغالطات استعمال کرنے پر مجبور ہوتا ہے جعفری صاحب نے سنی اکابر کو ناصبی، خارجی، جاہل، اہل وغیرہ وغیرہ کئی القاب عطا کئے ہیں۔ جو چیز کسی کے پاس ہو وہی دوسروں کو دے سکتا ہے۔ لہذا ہم اس معاملہ میں جعفری صاحب کو مجبور سمجھ کر معاف کرتے ہیں

بدم گفتی و خور سندی عفاک اللہ کو گفتی

جواب تلخ سے زبیدہ دین مرد شیعہ را

مگر ناصحانہ طور پر صرف اس قدر گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ تحقیق حق کے لئے مذہبی میدان میں آنے کے بعد شرافت

جعفری صاحب کئی ماہ کے غائبی کے بعد نمودار ہوئے مگر اس نمود میں بھی انفرادی نظر تھا۔ شیعوں کے کسی گناہ رسالہ میں بعنوان ”میں سنی کیوں نہ ہوا“ ایک مراسلہ شائع کر کے بزعیم خویش شمس الاسلام کا فرضہ ادا کر چکے۔ مذکورہ رسالہ ایک دوست کے ذریعہ بڑی مشکل سے صرف آدھ گھنٹہ مطالعہ کے لئے دستیاب ہوا۔ جعفری صاحب اگر طالب حق ہیں تو اپنے مضامین مطبوعہ سے ادارہ شمس الاسلام کو کیوں محروم رکھتے ہیں۔ شمس الاسلام کا ہر وہ رسالہ جس میں ان کے اعتراضات کے جواب شائع ہوئے تھے، ان کی خدمت میں باقاعدہ ارسال ہوتا رہا۔ مگر آپ اپنا رسالہ بھیجنے کی جرأت نہ کر سکے۔

ہم نے جعفری صاحب کے مضمون کا بعد اشتیاق مطالعہ کیا، مگر اس میں فرسودہ دلائل و بے ہودہ لن تانیوں اور سب دشنام و تبرا بازی کے سوا کوئی ٹھوس چیز نہ پا کر ہمیں بے حد مایوسی ہوئی

اے ب آرزو کہ خاک شدہ

جعفری صاحب کے سب دشنام سے ہمیں کوئی رنج نہیں پہنچا۔ شیعوں کے ہاں اس کے بغیر اور رکھا ہی کیا ہے۔ اقتضائے طبع کا کوئی علاج نہیں۔ شیعوں کے مدرسۃ الاعظین لکھنؤ کے آرگن ”الواعظ“ نے ایک دفعہ

فرقہ سولے اہل سنت کے ایسا نہیں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ
تیرے قرآن کو حسینوں سے لگایا ہم نے
تیرے کعبہ کو حبیبوں سے بسایا ہم نے
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
۲۔ نماز - روزہ - حج و زکوٰۃ - ارکان اربعہ کی پابندی

و اتباع سنت

۳۔ اسوہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی پیروی میں
رکھنا۔ صبر کرنا۔ اور خیر کے سایہ میں بھی نماز ترک نہ کرنا۔

۴۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیاب و مدعی تسلیم کرنا
اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو اپنے مشن "وید کیہ ہم" میں کامیاب مانا جائے۔ اور جمیع
اہل بیت - ازواج مطہرات و صحابہ کرام کی محبت دل میں
موجزن ہو اور ان کو مرز کی مانا جائے۔

۵۔ قرآن کے مقابلہ میں ہر روایت کو مردود سمجھنا۔ جو
روایت قرآن کی تصریح کے خلاف ہو اسے غلط قرار دینا۔
(مگر جو روایت کسی صحیح طریقہ اور ثقہ راویوں سے ملے اور
وہ قرآن کے کسی واضح ارشاد کے خلاف نہ ہو۔ اس پر
ائمہ اسلام کے ارشادات کی روشنی میں غور کرنا منع نہیں)

۶۔ تقویٰ - طہارت - صدق و صفا کے زویر سے آراستہ
ہونا۔ ہر قسم کی بدگوئی خصوصاً اسلام پر طعن و تشنیع سے
بحکم قرآنی ساربنالا تجعل فی قلوبنا غلا للذین
امنوا (الآیہ) باز رہنا۔

ایک آزاد منش اور عیش پرست انسان کے لئے
سنی مذہب میں کوئی دلچسپی موجود نہیں۔ ایسے روکھے پھیکے
مذہب کو کون قبول کر سکتا ہے۔ اس میں نغمہ و سرود نہیں۔
وید بازی نہیں۔ عورتوں کی طرح ٹسوس بہانا نہیں۔ ماتم
کے پردہ میں دل فریبی کا سامان نہیں۔ مرثیہ خوانی کی آڑ
میں دماغی عیاشی نہیں۔ متعہ کے پردہ میں زنا نہیں۔

و اخلاق کے زویر سے آراستہ رہا کریں۔ اور لکھنؤ کی
بھٹیاریوں کی سنت پر عمل کرنے کی بجائے اسوہ حسینیہ کو
مد نظر رکھا کریں۔ جس اخلاق کا مظاہرہ آپ نے اپنے مضمون
میں کیا ہے یہ آپ کی شان کے شایاں نہیں ہے
لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیاں جاب
زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

ہمیں جعفری صاحب سے شکایت

اگر شکایت ہے تو فقط یہی کہ انہوں نے ہمارے پیش کردہ دلائل
کو چھوٹا ٹک نہیں اور اپنے اعتراضات کے اعادہ و تکرار سے
ہی صفحات کو بھر دیا ہے۔ ورنہ ہمیں ان کے سنی ہونے کی کبھی
توقع نہ تھی سنی مذہب میں ایسے اشخاص کے لئے گنجائش
نہیں جو مذہبی قیودات کے تصور سے ہی پریشاں ہونے لگیں
ہم جعفری صاحب کے ماحول اور ان کی آزاد منش سرگرمیوں
سے واقف ہیں۔ اس لئے ہمارے تصور میں بھی یہ بات نہ تھی

کہ جعفری صاحب سنی مذہب قبول کر کے خواہ مخواہ نماز
روزہ حج، زکوٰۃ، بدعات سے اجتناب اور سنت نبویؐ
و اسوہ حسینیہ کی پابندی کو ادا کر لیں گے۔ ہمیں رنج ہے کہ
جعفری صاحب نے مذہب حقہ اہل سنت قبول کرنے میں جو
دشاریاں محسوس کیں اور شیعہ مذہب میں جو دلفریبی
وکشش انہیں معلوم ہوئی ان کا ذکر تک نہیں کیا۔ لہذا
ہم اس کمی کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں تاکہ قارئین ان کے
سنی نہ ہونے کی اصل وجوہات سے مطلع ہو سکیں۔

قبول سنت سنی مذہب کی خصوصیات

تھا۔ اس کی حقیقت سنی مذہب کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی
ہے۔ سنی بننے کے بعد جعفری صاحب کو حسب ذیل اعمال
کا پابند اور مندرجہ ذیل صفات سے متصف ہونا پڑتا۔
۱۔ قرآن و مساجد کی خدمت۔ دنیا بھر میں کوئی اسلام

اللہ بولائے امام لیس بیٹھ گئے اور غضب ناک ہو کر
من اللہ ولا عقب علی میری طرف متوجہ ہوئے اور
من دان بولائے امام کہا کہ جس نے ایسے امام کی
ولایت اختیار کی جو اللہ کی

تقیہ کی آڑ میں جھوٹ کی اجازت نہیں۔ اس میں اعمال
پر زور دیا جاتا ہے۔ ماتھے اور پیروں کو حرکت میں لایا جاتا
ہے۔ نفس کو صفاتِ رذیلہ سے بچایا جاتا ہے۔ اپنی مرضی
کو خدا اور رسول کی رضا کے تابع بننا پڑتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ آساں ہے مسلمان ہونا

یہ شہادتِ گرفت میں قدم رکھنا ہے

سنیوں میں یہ صفات صد ہا سال سے چلی آتی ہیں۔ اور
شیعوں نے ہر زمانہ میں اس کو تسلیم کیا ہے۔ جعفری صاحب
اپنے سابقہ مضامین میں شیعوں کی ماتم داری کی حقیقت
واضح کر چکے ہیں اور انہوں نے واضح الفاظ میں سنیوں کی
اخلاقی برتری تسلیم کی ہے۔ صد ہا سال سے سنیوں کا صدق
وصفا۔ تقویٰ و طہارت شیعوں کو مسلم ہے اسی لئے
حدیث طینت گھڑی گئی۔ کہ قیامت کے روز سنیوں کی نیکیاں
شیعوں کو عطا ہوں گی اور شیعوں کو گناہ سنیوں کو دے
کر ان کو جہنم میں داخل کیا جائے گا (ملاحظہ ہو تفسیر حسن
عسکری ص ۲۳۵ وغیرہ کتب شیعہ) علاوہ ازیں اصول کافی
ص ۲۳۵ پر عبداللہ بن یعفور شیعہ سے روایت ہے کہ

قال قلت لابی عبد اللہ میں نے امام جعفر صادق سے
علیہ السلام انی اخالط کہا کہ میں لوگوں سے ملتا ہوں
الناس فیکثر عجیبی من تو مجھ کو بڑا تعجب ان لوگوں
اقوام لایتولونکم ویتولون پر ہوتا ہے جو آپ کی ولایت
فلانا و فلانا لہم امانتہ کو نہیں مانتے اور فلانے فلانے
و صدق و وفاء و اقوام کی ولایت کو مانتے ہیں۔ ان
یتولونکم لیس لہم تلك میں امانت ہے۔ صدق ہے
الامانۃ ولا الوفاء و وفا ہے۔ اور جو لوگ آپ کی
لا الصدق قال فاستو ولایت کو مانتے ہیں۔ ان
ابو عبد اللہ علیہ السلام میں نہ امانت ہے نہ وفا ہے
جالسا فاقبل علی کا غضبنا نہ صدق ہے یہ سنتے ہی
ثم قال لا دین لمن دان امام طیش میں آ کر سیدھے

(اصول کافی صفحہ ۲۳۷) طرف سے نہیں اس کا دین
ہی نہیں اور جس نے اس امام کی ولایت مافی جو اللہ کی طرف
سے ہے اس پر کوئی عتاب نہیں۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ اہل سنت
صدق و صفا اور امانت کے زور سے آراستہ تھے اور
شیعہ باوجود حضور و صحت امام ان صفات سے محروم تھے
امام نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا مگر اپنے شیعوں کو تسلی دی۔
کہ تمہارے لئے فقط شیعہ ہونا ہی نجات کے لئے کافی ہے۔
یہ صفات موجود نہ ہوں یعنی تم میں صدق و وفا اور امانت
نہ ہو۔ اور جھوٹ۔ بے وفائی و خیانت تمہارا شیوہ ہو تب
بھی تم پر کوئی عتاب نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جعفری صاحب
ایسے دلچسپ مذہب کو ترک کرنا گوارا نہیں کرتے۔ جس میں
صدق و وفا و امانت سے متصف ہونا ضروری نہ ہو۔ بلکہ جس
قدر بہ افعالِ سرزد ہوں اور معاصی کا ارتکاب ہو بلحاظ
نتیجہ معنی ثابت ہوگا یعنی یہ تمام معاصی قیامت کے روز سنیوں
کے میزانِ عمل میں ڈال دیئے جائیں گے اور سنیوں کی نیکیاں
جعفری صاحب کو بغیر مشقت کے حاصل ہو جائیں گی۔

شیعہ مذہب کی دلفریبی۔ اور امام صادق
کے قول سے ہم

ثابت کر چکے ہیں کہ شیعوں کے ہاں اعمال و اخلاق ضروری
نہیں۔ مزید تسلی کے لئے فروع کافی کتاب المدونہ مطبوعہ
لکھنؤ ص ۳۸ کی ایک اور روایت اس جگہ درج کی جاتی ہے
تا کہ شیعہ مذہب کی دلچسپی مزید آشکارا ہو۔

قال ابو جعفر علیہ السلام امام باقر نے فرمایا کہ نہیں ہے
هل الدین الا الحب ان دین مگر صرف محبت۔ ایک

نے اس مذہب کو مقبول و ہر و لغز بنانے کے لئے چند اور مسائل ایجاد کئے۔ جس سے یہ مذہب جانف تو جہ بن گیا۔ ارشاد ہوا کہ دین نام خلافت واقعہ (تقیہ) بات کہنے کا ہے اور جو تقیہ نہ کرے وہ بے ایمان ہے۔ (اصول کافی باب التقیہ) اور تقیہ صرف ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ جب کوئی مطلب حاصل کوٹا ہو کیا جاتا ہے (اصول کافی) پس تقیہ کی آڑ میں دروغ و کذب، فریب و دجل کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا
تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

متعہ کو حلال کر کے زنا کا دروازہ کھلا گیا۔ متعہ کو ایسا اعلیٰ درجہ ملا کہ ایک دفعہ متعہ کرنے والے کو امام حسین کا اور دو دفعہ متعہ کرنے والے کو امام حسن کا تین دفعہ کرنے والے کو حضرت علی کا اور چار دفعہ متعہ کرنے والے کو رسول خدا کا درجہ ملنا بیان کیا (ملاحظہ ہو تفسیر کاشانی تحت آیہ فما سقت متعتم سورہ انف و برہان المتعہ) نیز اسی تفسیر کاشانی میں اسی جگہ لکھا ہے ”ہر کہ متعہ نہ کند دشمن خدا باشد“ ”وہر کہ متعہ کند کیارائین باشد از جہنم و از خشم قہار و ہر کہ دو بار متعہ کند بانی کو کدراں محشورے شود۔ و ہر کہ سہ بار متعہ کند در دوزخ نہال با امن باشد“ نیز لکھا ہے کہ ”متعہ کرنے والا مرد اور متعہ کرنے والی عورت جب غسل کرتی ہے تو پانی کے ایک ایک قطرے سے ایک ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے جو قیامت تک تسبیح میں مشغول رہیں گے جس کا ثواب متعہ کرنے والے کو ملے گا“

بھلا کوئی جعفری صاحب حبیا انسان ایسے مذہب کو ترک کر سکتا ہے۔ اسی لئے ہم جعفری صاحب کو کہتے ہیں کہ تو اس لئے شنی نہ ہوا کہ

منظور ہے کہ سیم تنوں کا وصال ہو
مذہب وہ چاہے کہ زنا بھی حلال ہو

مرجلاً اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ کے پاس آیا اور اس نے کہا احب المصلین ولا اصلی کہ میں نمازیوں کو دوست و احب الصومین ولا رکعتا ہوں مگر خود نماز نہیں اصوم فقال لہ رسول اللہ پڑھتا۔ اور روزہ داروں صلے اللہ علیہ و آلہ و سلم کو دوست رکھتا ہوں مگر خود روزہ نہیں رکھتا تو (فروع کافی کتاب الرضیۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو انہیں کے ساتھ ہو گا جن کو دوست رکھتا ہے۔

اس روایت کے گھڑنے والوں نے نماز روزہ پر ہاتھ صاف کیا۔ اور صرف محبت کو کافی قرار دیا اور معاصی کے ارتکاب کا شوق دلانے کے لئے حدیث طینت وضع کی گئی۔ اسی لئے عوام شیعہ بجز نوحہ و غم، آہ و بکا، سینہ کو بی و مرثیہ خوانی کے لئے علا تمام اعمال اسلام سے بے نیاز ہیں اور کیوں بے نیاز نہ ہوں جب کہ ان کو ہر مجلس میں کیا جاتا ہے ”جو شخص غم حسین میں روئے وہ قیامت کے دن ائمہ کے ہمراہ ہوگا“ (جلد العیون جلد دوم ص ۵) اور سنئے ”جو شخص پشہ کے برابر آنسو بہائے خدا اس کے تمام گناہ بخش دے گا اگرچہ وہ کف دریا کی مانند ہوں۔“ (جلد العیون ص ۴) ”مرثیہ پڑھنے والا بروز قیامت عرش کے سایہ میں امان یافتہ۔ خوش رو۔ و خوش چشم ہوگا۔ اور بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا“ (بحر النعمہ ص ۱۳۱) ”روئے والا آتش جہنم سے آزاد ہوگا“ (خلاصۃ المصاب ص ۱۸) شیعوں نے ایسی ہی من گھڑت روایات پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام الناس میں یہ مذہب پھیلتا جا رہا ہے اور آزادی پسند طبائع اسے اپنے طریقہ و روش کے مطابق سمجھ کر فوراً قبول کر لیتے ہیں۔

شیعہ مذہب میں شمش۔ بانیان مذہب شیعہ

کیا جعفری صاحب، بتا سکتے ہیں کہ متعہ کا جس قدر درجہ بیان کیا گیا ہے۔ کیا ان کے مذہب میں نکاح کا بھی کوئی درجہ ہے۔ نہیں ہرگز نہیں صرف متعہ ہی میں ثواب ہے۔

جعفری صاحب کی شوق مناظرہ جعفری صاحب

کو شیعہ مذہب اپنے آبا سے ورثہ میں ملا تھا انہوں نے اس فضا و ماحول میں پرورش پائی تھی۔ جہاں قرآن کے بجائے دبیروانیں کلمہ کلام کا ورد کیا جاتا تھا۔ کچھ تسلیم حاصل کرنے کے بعد سنیوں سے چھیڑ خانی سو جھی اور وہ اپنے امام کا یہ ارشاد بھول گئے :-

انکم علی دین من کتم امام جعفر نے فرمایا کہ تم ایسے اعزۃ اللہ ومن اذاعہ دین پر ہو کہ جو شخص اس دین ازلہ اللہ کو چھپائے گا اللہ اس کو (اصل الکافی باب الکتان عزت دے گا۔ اور جو اس مطلوبہ لکھنؤ صفحہ ۴۸) دین کو ظاہر کرے گا۔ اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔

اہل سنت کے سامنے آتے ہی قرآن کھولنے کا موقع

ملا۔ قرآن نے دلائل میں یاد دہی نہ کی۔ قرآن نے قدم قدم پر شیعیت کا ابطال کیا۔ اس پر آپ گھبرا گئے اور اپنے مجتہدین سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا ارے نادان! اس بیاض عثمانی کو ایک طرف رکھ کر روایات سے کام لو۔ ہمارے مذہب کا دار و مدار روایات پر ہے۔ روایت کے ذریعہ کلام الہی کو سمجھو اور جو بات روایات کی مطابق نہ ہو اس کو متشابہات قرار دے کر اپنی جان چھڑا لو۔ چنانچہ جعفری صاحب سنبھل گئے اور مناظرہ کے ان عہد اسلحہ جات سے مسلح ہو کر مدیر شمس الاسلام کو ہل من مبارز کا پیغام دیا۔ مدیر نے اعلاء کلمۃ الحق کے لئے آمادگی کا اظہار کیا۔ آپ کے ساتھ جو تحریری مناظرہ ہوتا رہا۔ اس کو قارئین شمس الاسلام "گزششتہ اشاعتوں میں ملاحظہ کر چکے ہیں گے۔ اس کا خلاصہ انشاء اللہ تعالیٰ اشاعت آئندہ میں درج کر کے جعفری صاحب کے جدید ارشادات سے روشناس کرایا جائے گا۔ تاکہ جعفری صاحب کی قرآن و سنی اچھی طرح آشکارا ہو سکے۔

وما توفیقی الا بالہ

تردید مرزائیت کیلئے دو بہترین رسالے

حقیقت مرزائیت

مولفہ مولانا علم الدین صاحب
مرزائی دھرم کی تردید میں بہترین کتاب ہے۔
قیمت ۸ علاوہ محصول ڈاک

حقیقت مرزائیت

مولفہ مولوی عبدالکریم صاحب مہار
سابق مبلغ مرزائیت۔ مرزائی چال بازیوں کو پشت از باہم کیا گیا ہے۔ قیمت ۸ محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ

پیرزادہ ابوالضیاء محمد بہار الحق قاسمی گلوالی گیٹ امرتسر

ماتم حسین رضی اللہ عنہ

(جناب مولانا حافظ محمد داؤد صاحب خفی مرزا پوری)

اس کا جلوہ نظر آتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ شیعوں کا مقصد حقیقی اس کے خلاف ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ سنتِ یزیدی و ثقفی و موغنی ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں قائم رہے۔ کیونکہ شیعوں کو ان تینوں سے ایک خاص قسم کا انس و تعلق ہے اگر ان کو ان سے دشمنی و عداوت ہوتی، تو ہرگز ان کی ایجاد کردہ رسم ”ماتم حسین“ کی پیروی نہ کرتے بلکہ اس کو بہ نظر حقارت و نفرت دیکھتے۔ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اسوہ کی تعمیل کرتے جس کی وصیت بوقت قرب شہادت آپ نے اپنی ہمیشہ زینب اور اہل بیت کو فرمائی تھی۔ مگر دیکھو جب میں مارا جاؤں تو میرے ماتم میں تم اپنے گریبان چاک نہ کرنا، منہ پر طمانچہ نہ مارنا، اپنے رخساروں کو مجروح نہ کرنا، مگر افسوس کہ شیعوں نے اسوہ امام کی قدر نہ کی بلکہ آپ کی وصیت کے خلاف رسم ماتم ایجاد کی اور اس کی ترویج و اشاعت میں اپنی پوری طاقت و قوت صرف کی۔ خلاصہ یہ کہ ماتم حسین یزید اور آل رسول کے دشمنوں کی ایجاد ہے اور مذہباً اس ماتم کا کرنا خود کتبِ شیعہ کی رو سے مذموم و ممنوع ہے چنانچہ اب ہم ان دونوں باتوں کو دو عنوانوں ایجاد ماتم ”و حکم ماتم“ کے ذیل میں قدرے تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں۔

اول میں یہ لکھا جائے گا کہ یہ رسم ”ماتم حسین“ کب ایجاد ہوئی اور کس نے ایجاد کی اور کس نے اس کو رواج دیا اور دوم میں اس رسم کے حکم کو خود کتبِ شیعہ سے

ناظرین کرام! واضح ہو کہ امام بہام عالی مقام جناب حضرت سیدنا الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط پر خط اپنے پر قاصد بھیج کر بلانے والے اور پھر آپ کو دغا و فریب دینے والے اور فوج یزید بن کر آپ کو اور آپ کے اعوان و انصار کو میدانِ کربلا میں بے دردی و بے رحمی کے ساتھ تہ تیغ کرنے والے حضرات شیعانِ کوفہ ہی ہیں (تصدیق کے لئے ملاحظہ ہو والد صاحب مدظلہ العالی کا رسالہ قاتلانِ حسین اور دشمنانِ حسین) پھر بعد میں جب شیعوں کو اپنے اس جرم پر ندامت و خجالت اور پشیمانی و رسوائی ہوئی اور خونِ حسین کو چھپانے اور اس پر پردہ ڈالنے کی فکر دامنگیر ہوئی تو انہوں نے اس کے لئے یہ تدبیر کی کہ بڑے دھوم دھام اور بڑے تزک و احتشام کے ساتھ امام عالی مقام کا ماتم کیا۔ مگر افسوس کہ شیعوں کی یہ تدبیر کچھ کام نہ آئی بلکہ یہ جرم طشت از بام ہو کر رہا کہ قاتلانِ حسین شیعانِ کوفہ ہیں اور ع

ماتم ہے اسی کا جسے خود قتل کیا ہے

اس رسم ”ماتم حسین“ کی ابتدا اولاً خانہ یزید سے ہوئی پھر بعد میں مختار ثقفی شیعہ نے اس کی ترویج و تشریح کی اور پھر تدریجاً عہدِ بعد اس میں ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ اب اس رسم بد کو نہ ہی رنگ میں رنگ لیا گیا اور اس کے کرنے کو باعثِ ثواب و از دیاد و محبت و یادگار امام عالی مقام سمجھ لیا گیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہر سال شروع ماہ محرم الحرام میں خاص عاشورہ کے روز شیعوں کے گھر گھر

بیان کیا جائے گا۔

ایجاد ماتم - بقول شیعہ دنیا میں سب سے پہلا وہ شخص جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نالہ و شیون اور نوحہ و ماتم کرنے کی بنیاد ڈالی وہ یزید ہے جو ان کے گمان اور خیال کے مطابق اول نمبر کا دشمن اہل بیت اور قاتل حضرت امام حسین ہے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی مجتہد شیعہ اپنی کتاب جلاء العیون صفحہ ۲۷۷ میں تحریر کرتے ہیں کہ

”جس وقت اہل بیت حسین کا قافلہ کوفہ سے دمشق میں آیا اور بارید میں پیش ہوا تو یزید کی زوجہ ”ہند“ دختر عبداللہ بن عامر بے تاب ہو کر بے پردہ دربار یزید میں چلی آئی یزید نے دوڑ کر اس کے سر پر کپڑا ڈال دیا اور کہا ”اے ہند نوحہ و زاری مکن بر فرزند رسول خدا و بزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین در امر او تعجیل کرد و من رضی بکشتن او نبودم“ یعنی اے ہند تو فرزند رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) و بزرگ قریش پر نوحہ و زاری کر کیونکہ ابن زیاد لعین نے ان کے معاملہ میں عجلت کی اور حال یہ ہے کہ میں ان کے قتل پر رضامند نہ تھا۔“

نیز لکھا ہے کہ :-

جب اہل بیت حسین محل یزید میں داخل ہوئے تو اہل بیت یزید نے اپنے زیور و کوٹا کر لباس ماتم پہنا، صدائے نوحہ و گریہ بلند کی اور یزید کے گھر میں تین روز تک برابر ماتم پیارے (ایضاً صفحہ ۵۲۲) اور صاحب خلاصۃ المصابیہ رقم فرماتے ہیں کہ :-

”جب حرم محترم پیش یزید حاضر کی گئیں تو کان بیدار مندیل فجعل یسبح دموعہ فامرم ان یحلولن الی ہند بنت عامر فادخلنی عندہا للسمع عن داخل القصر بکاء ونداء و عویلا (ص ۲۹۷) یزید کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے اپنے آنسو پونچھتا تھا اور پھر یہ حکم دیا کہ ان کو میرے محل میں بند بن عامر کے پاس لے جاؤ جب یہ اُس کے پاس پہنچائی گئیں تو محل کے اندر سے صراخے گرے

وزاری بلند ہوئی جو باہر سنائی دیتی تھی“

صاحب نسخ التواریخ اور صاحب منہج نے بھی اس ماتم حسین کا کچھ تھوڑی کمی و بیشی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے (ملاحظہ ہونا نسخ التواریخ صفحہ ۲۷۷ اور منہج صفحہ ۳۲۸)

ان مذکورہ بالا حوالوں سے بصراحت و وضاحت معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا الحسین رضی اللہ عنہ پر نالہ و شیون اور نوحہ و ماتم کرنے کا دنیا میں سب سے پہلا یہ دن تھا جس کی ابتدا و ایجاد بحکم یزید ہوئی اور یہ بدعت فتنہ اسی کے گھر سے شروع ہوئی اور خود اس کے اہل بیت نے بڑے تنک و احتشام اور بڑے دھوم دھام سے کی۔ پھر جب یزید نے چند دنوں کے بعد اہل بیت حسین کو باغراز و احترام خود اپنے پاس رہنے یا مدنیہ جانے کا اختیار دیا تو انہوں نے ”ماتم حسین“ برپا کرنے کی یزید سے اجازت طلب کی۔

چنانچہ اس نے اجازت دی اور بڑے زور و شور کے ساتھ ماتم کیا گیا جس میں تمام قریش و بنو ہاشم جو شام میں تھے شریک ہوئے اور یہ نوحہ و ماتم اور گریہ وزاری مسلسل ایک ہفتہ تک جاری رہی (ملاحظہ ہو جلاء العیون صفحہ ۵۳۱ اور منہج صفحہ ۳۳۵)

یہ ماتم حسین کا دوسرا دن تھا جو باجواز یزید شام میں کیا گیا اور برابریات دنوں تک کیا گیا اور بڑے اہتمام

وانتظام سے کیا گیا۔

جناب مرزا دبیر شیخ مشہور اور بے نظیر مرثیہ خواں ہیں اس ماتم حسین کا نقشہ کھینچا ہے جس کے چند ضروری بندیہ ہیں :-

بچوں کے فاقہ توڑنے کو خان میوں کے اور زیور و لباس پہنانے کو بیویوں کے ہر کشتی و طبع میں یہ ہدیہ حب احبدا ہاتھوں پر اور سر پر خواصوں کے رکھ دیا خود مشک و جام اٹھا کے سوئے قبلہ یہ کہا نذر حسین کرتی ہوں سقائی اے خدا ہمارا میوں سے بولی کہ حق پر نظر کرو چلتی ہوں سو گواہی میں عریان سر کرو داں سے بڑھی اسیروں کی جانب نہ نیک نام پڑھتی ہوئی درود تو کرتی ہوئی سلام تھا خلق فاطمہ کا جو زینب پہ احتتام چپکے سے بولی فضا وہ خواہرا مام رکھتی ہے دوست یہ مرے مظلوم بھائی کو جا میرے بدلے ہند کی تو پیشوائی کو پہنچی جبے جو اس وای ہند با و ف بیویوں کے آگے کشتیاں رکھوائیں جا بجا بچوں کے واسطے طبق میوہ خود رکھا شرماء کے سر کے بچے بھی اور آل مصطفیٰ زینب و فور شرم سے یوں تھر تھر اگئی آواز استخوں سے لڑنے کی آگئی پھر بیچ میں بٹھا کے سکینہ کو ننگے سر اور بے پدر کی گود میں رکھا سر پدر پھر ماتم حسین کیا سب نے یک دگر تربت سے نکلے بال نبی اپنے کھول کر ماتم کیا حسین کا اس زور و شور سے

نہر انے ہاتھ چوم لئے آگے گور سے اہل بیت حسین نے جب مدینہ جانے کی اجازت چاہی تو یزید نے اجازت دی اور ان کو براحت و آرام تمام جانب مدینہ رخصت کر دیا۔

یزید کے بعد پھر دوسرے شیعوں اور آل رسول کے دشمنوں نے اس سنت یزیدی (یعنی ماتم بر حسین) کو زندہ کیا بلکہ یہ لوگ اس معاملہ میں یزید سے بھی دو چار قدم آگے بڑھ گئے۔ کیونکہ جب تک یزید زندہ تھا اس وقت تک نہ تو ماتم حسین کے لئے کوئی خاص دن تھا اور نہ بطور رسم ادا کیا جاتا تھا اور یزید کے مرجائے کے بعد شیعوں نے اس کو یوم عاشورہ محرم کے لئے مخصوص کر دیا۔ اور اس کو بحیثیت رسم ادا کرنا لازمی و ضروری سمجھ لیا اس کے ثبوت کے لئے ذیل کے حوالے ملاحظہ ہوں :-

۱۔ مختار ثقفی پہلی صدی کا ایک خاص حیثیت سے مشہو شخص ہے جو شیعہ اور دشمن اہل بیت تھا اس نے بتقلید یزید اور بغرض تالیف قلوب شیعہ سب سے پہلے کوفہ میں خاص یوم عاشورہ محرم کے لئے اس رسم بد (ماتم حسین) کی بنیاد ڈالی اور اس میں بہت سی چیزوں کا اضافہ کیا (مفصل دیکھنا ہو تو دیکھو میرے والد صاحب کا رسالہ قاتلان حسین) جب اس دشمن آل رسول نے کوفہ پر اپنا پورا تسلط جمالیا، علی الاعلان کوفہ میں رسم ”ماتم حسین“ کو جاری کیا اور بنام تابوت سکینہ جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گرسی نکالی اور بڑے دھوم دھام سے اس کی پرستش شروع کی حالانکہ یہ گرسی جناب حضرت علیؑ کی نہ تھی بلکہ کسی دکاندار و غن فروش کی تھی جسے طفیل بن جعدہ نے چرا کر مختار ثقفی کو اس کام کے لئے دیا تھا (ملاحظہ ہو تحفہ آشنا عشریہ)

علامہ شہرستانی نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ گرسی پرانی تھی مختار نے اس پر ریشمی غلاف چڑھا کر اسے خوب آراستہ کر کے ظاہر کیا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے توشہ خانہ میں

نے حکم عام کر دیا کہ دکانیں بند کر دی جائیں، بازار اور خرید و فروخت کا کام سوقوف کر دیا جائے۔ لوگ نوٹ کریں۔ کبیل کا لباس پہنیں، عورتیں پر اگندہ منہ اور گمبیان چاک دوپٹہ مارتی ہوئی شہرہ چکر لگائیں

آنریبل سید امیر علی صاحب "سپرٹ آف اسلام" انگریزی میں تحریر کرتے ہیں کہ معز الدولہ نے بیادگار شہادت امام حسین و دیگر شہدائے کربلا یوم عاشورہ کو ماتم کا دن مقرر کیا ص ۲۷۔

ایک اور شیعہ صاحب رقم کرتے ہیں کہ معز الدولہ پہلا بادشاہ مذہب امامیہ پر تھا جس نے بیوم عاشورہ بازار بند کرادیئے، نان بائیوں کو کھانا پکانے کی ممانعت کر دی۔ عورتیں سرکھولے راستوں میں نکلیں اور ماتم حسین کیا۔ ۱۸ ذی الحجہ کو عید غدیری کی وغیرہ دیکھئے تلخیص مرقع کربلا صفحہ ۷۸ و ۷۹۔

ماتم حسین کی ایجاد و رواج کی یہ مختصر سی داستان تھی جو اولاً خانہ یزید سے بلکہ یزید شروع ہوئی اور ثانیاً بحیثیت رسم مختار لقمی و معز الدولہ نے اس کو مروج و مشہر کیا۔ اور ثالثاً اب تمام شیعوں نے اس پر مذہبی رنگ چڑھا کر اس کو زلفیہ مذہبی بنالیا۔ کسی نے کیا خوب لکھا ہے اور واقعی بالکل صحیح لکھا ہے۔

رسم ماتم بناء یزید نمود

ہر کہ آمد بر آں مزید نمود

حالانکہ ان کی کتابوں کی رو سے اس کا کرنا ہرگز

جائز و درست نہیں ہے بلکہ ممنوع و مذموم ہے۔ چنانچہ اس کا حکم خود ان کی کتب کے حوالوں سے ملاحظہ ہو۔

حکم ماتم۔ را، ملاحظہ فرمائیے مجلس مجتہد شیعہ تحریر فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت فاطمہ سے اپنے آخری مرض میں فرمایا اسے فاطمہ وضع ہو کہ پیغمبر کے لئے گریبان چاک نہ کرنا چاہئے، اور

سے ہے جب کسی دشمن سے جنگ کرتا تو اس کو صف اول میں رکھ کر اہل لشکر سے کہا کرتا کہ بڑھو، قتل کرو، فتح و نصرت تمہارے ساتھ ہے، تمہارے درمیان یہ تابوت سکینہ مانند تابوت بنی اسرائیل ہے، اس میں سکینہ ہے اور فرشتے تمہاری امداد و اعانت کے لئے نازل ہو رہے ہیں وغیرہ (المعل النحل مصری ص ۱۸)

۲، معز الدولہ شیعہ جو مذہباً بڑا متعصب تھا اس کے تعصب کا اندازہ اسی سے لگ سکتا ہے کہ شیعوں نے جب مسجد کے دروازوں پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذات اقدس پر لعنتی الفاظ لکھ دیئے ہیں اور رات میں ان کو کسی نے متا دیا تو معز الدولہ نے پھر کھلم کھلا لعنتی الفاظ لکھوا دیئے ہیں (ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء)

اسی نے ۱۸ ذی الحجہ کو نہایت دھوم دھام سے عید غدیر منانے کا حکم صادر کیا چنانچہ عید غدیر منائی گئی اور ساتھ ہی ساتھ خوب باجے بجاتے گئے پھر اس کے بعد ۲۵ھ میں خاص عاشورہ محرم کو حکم عام دیا کہ لوگ غم حسین میں دکانیں بند کر دیں۔ کھانا نہ پکائیں۔ خرید و فروخت سے باز رہیں۔ بالکل ہڑتال کر دیں، بازار بلند وادیا کریں سوگ کے لباس پہنیں، عورتیں بال کھولے ہوئے منہ پر طمانچہ مارتی ہوئی، خاک ملتی ہوئی، گریبان چاک کرتی ہوئی، شاعر عام پر نکلیں۔

چونکہ اُس وقت اہل شیعہ کا غلبہ تھا اس لئے اہل سنت و الجماعت اس کی مخالفت پر قادر نہ تھے لوگوں نے معز الدولہ کے حکم کی تعمیل کی بعد میں اسی بنا پر شیعہ دشمنی کے درمیان بڑا فساد ہوا۔ اور لوٹ مار تک ذبت پہنچ گئی۔ (ملاحظہ ہو تاریخ ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۲)

اور بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۱۲)

کامل ابن اثیر جلد ۲ میں بھی اس واقعہ کو لکھا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو اس کا ص ۱۰ کہ محرم الحرام ۳۵۲ھ کو معز الدولہ

بال نہ چنے نہ چاہئیں اور واویلا نہ کرنا چاہئے۔ لیکن وہ کہنا جو تیرے باپ نے اپنے بیٹے ابراہیم کے مرنے میں کہا تھا کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل درد مند ہے اور میں وہ نہیں کہتا جو موجب غضب پروردگار ہے، اسے ابراہیم میں تجھ پر اندوہ ناک ہوں“ الخ

اور بوقت وفات فرمایا ”اے فاطمہ جب میں مر جاؤں تو اس وقت تم اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا اور نہ اپنے گیسو پریشان کرنا۔ اور نہ واویلا کرنا۔ اور نہ مجھ پر فوجہ کرنا۔ اور نہ فوجہ کرنے والوں کو بلانا (ملاحظہ ہو جلاء العیون باب فصل ۴)

۲، بسند معتبر امام صادق سے روایت ہے کہ جب حضرت جبریل خبر شہادت امام حسین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو آپ جناب امیر کو لے کر خلوت میں دیر تک اس معاملہ میں گفتگو کرتے رہے اور دونوں پر گریہ غالب ہوا۔ پھر جبریل نازل ہوئے اور کہا کہ بعد سلام خدا فرماتا ہے کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں اس مصیبت پر صبر کرو پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر نے بحکم خدا صبر کیا (ملاحظہ ہو ایضاً باب ۵ فصل ۶)

۳، اصول کلینی جلد دوم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا مصیبت کے وقت اپنی زبان پر لٹھ مارنا اہجر کو ضائع کر دیتا ہے۔

۴، کلینی کتاب الحجۃ میں بروایت امام زین العابدین ہے کہ عورتوں کو فوجہ میں اتنا چاہئے کہ آنسو بہ نکلے، اور کلمات شکایت زبان پر نہ لانا چاہئے۔

۵، من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۵ میں ہے جناب امام باقر فرماتے ہیں کہ ”میت کے لئے یوم الموت سے صرف تین دن رونا چاہئے“

۶، مولوی اولاد حیدر صاحب اپنی کتاب ذریعہ عظیم ص ۳۳۳ میں بحوالہ علامہ ابوالسحاق اور مولف نسخ التواریخ

لکھتے ہیں کہ ”امام حسینؑ نے اپنی ہمیشہ زینب اور تمام اہل بیت سے فرمایا کہ مجھے تم سے یہ وصیت کرنے کی ضرورت ہے کہ جب میں مارا جاؤں تو میرے لئے ماتم میں نہ گریبان چاک کرنا، نہ منہ پر طمانچہ مارنا، نہ اپنا رخسارہ مجروح کرنا“ اسی مفہوم کی روایت جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۴ میں بھی موجود ہے۔ البتہ الفاظ میں کچھ تھوڑا بہت تغیر ہے۔

نیز اسی مفہوم کو نہایت درو انگیز و پرالم لہجہ میں کسی صاحب نے منظوم کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بوقت قرب شہادت اپنی ہمیشہ زینب اور اہل بیت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ صبر کرو

شہ کہتے ہیں کہ شکر و غم نہ چاہئے
خاصانِ حق کا دکھ میں یہ عالم نہ چاہئے
بہتر تو یہ ہے کہ چشم بھی پر غم نہ چاہئے
آج امتحانِ صبر ہے ماتم نہ چاہئے
ہم دین خدا کے عشق میں سرشتیاق سے
تر پونہ تم بھی صدمہ تیغِ فراق سے
صابر رہو کہ مرتبہ صابر کا ہے جلیل
حامی کوئی نہیں ہے تو اللہ ہے کفیل
راہ خدا میں نشہ دہن ہوں گے ہم ققیل
بخشش کی عاصیوں کے نکالی ہے یہ سیل
یہنا زیں پہ خون شہِ خورش صفات کا
امت کے واسطے ہے بہانا نجات کا

خلاصۃ المضمون

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے ان تمام کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ مرد و عورت ”ماتم حسین“ یزید اور شیعوں کی ایجاد کردہ ہے دوسرے یہ کہ ”ماتم حسین“ بحسب کتب شیعہ ناجائز و حرام و مذموم و ممنوع ہے اور ان

دونوں چیزوں کا ثبوت شیعوں کی مستند و معتبر کتابوں کے حوالے سے پہلے دے آیا ہوں۔ اب یہاں پر ایک اشکال باقی رہ جاتا ہے جسے حضرات شیعہ نوحہ و شیون اور نالہ و ماتم کے ثبوت میں اکثر پیش کیا کرتے ہیں وہ یہ کہ بعض روایات میں ملائکہ کے رونے، اجنبہ کے نوحہ کرنے، خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فاطمہ زہرا کے نالوں و گریاں دکھائی دینے کے متعلق بیان کیا گیا ہے

جس سے بظاہر نوحہ و ماتم کا بخوان ثابت ہوتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ شیعوں کا ان باتوں سے استدلال کرنا صحیح ہی نہیں ہے کیونکہ ان باتوں کو ممنوع نوحہ و ماتم سے کچھ بھی تعلق نہیں اور اگر بالفرض ہو بھی تو ضعیف و موضوع و اثبتوں اور خواب و خیال کی باتوں کا احکام شرعیہ قطعہ کے سامنے کیا اعتبار؟ فقط (ماخوذ)

شیعوں کے ”حضرت فیروز اور مختار ثقفی“

(از غلام دستگیر صاحب نامی)

کئی سال ہوئے شیعہ اور سنی اتحاد کے لئے ایک رسالہ ”دعوتِ صلح“ لکھا گیا جس میں شیعوں سے درخواست کی گئی کہ وہ صحابہ کرامؓ سے تعصب چھوڑ دیں اور ان کی وفات کی تقریب پر عیدیں منانا ترک کر دیں۔ مثلاً عید شجاع و عید غدیر وغیرہ۔ اس پر ان کے ایک مجتہد نے جواباً ایک رسالہ شائع کیا کہ ہم اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتے۔ تم عید یزید و عید شمر منایا کرو۔ نیز لکھا کہ سنی ہماری مجالس اور جلوسوں میں عقیدت سے نہیں بلکہ ماتمیوں کا تماشا دیکھتے آتے ہیں۔ ان کے اس روکھے جواب کا یہ اثر ہوا کہ اہل سنت والجماعت نے ان کے جلوسوں اور مجالس میں شرکت ترک کر دی۔ لاہور میں دہم محرم کا دلدل اس انداز سے بازاروں میں نکلا کہ اس پر پھولوں کی بجائے پتے ٹکے ہوئے تھے (لاہور اور مصافحات کے گل فروشوں نے پھول دینے سے انکار کر دیا تھا) اور کوئی شخص ماتمیوں کا ”تماشا“ دیکھنے والا موجود نہ تھا۔ چند سال یہی عالم رہا۔ پھر ہندوؤں کی مسلمانوں سے

بگڑ گئی تو اہل سنت کی رگ رو اداری پھر کی اور متارک کی رستی ڈھیلی ہونا شروع ہوئی چنانچہ اب وہی لاہور کے لوگ ہیں اور وہی شرکتِ تماشا۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے ایک دفعہ جلسہ میں لاہوریوں کو ان کی ڈانواڈول طبیعت کی وجہ سے کو فیوں کے خطاب سے پکارا تھا اور ٹھیک کہا تھا کیونکہ وہ ایک دفعہ جس چیز کو حرام سمجھ کر چھوڑتے ہیں پھر اسی میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

میں ان کی اس طبیعت سے مایوس ہوا اور اپنا فرض تبلیغ ادا کر کے خاموش ہو گیا۔ میں نے خیال کیا کہ ہماری خاموشی سے شیعہ صاحبان بھی سبق حاصل کر کے تعصب چھوڑ بیٹھے ہوں گے۔ کہ ایک دور سے یکم ستمبر ۱۹۷۲ء کا پرچہ ”رضا کار“ نظر پڑا جس میں مجھے سنیوں کا جلیل القدر عالم اور علامہ تبارک اور حیدر گار سے عبد اللہ بن سبا کے متعلق چند فقرے کاٹ چھانٹ کر نقل کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شیعوں کو اس سے کوئی تعلق

مذہبی ظاہر کرتے ہیں ان کو پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے شیعیان علی ہیں جو اپنے امام کو کہیں خدا بناتے ہیں اور کہیں کمزور سے کمزور انسان - خدا ان کی حالت پر رحم کرے۔ کجا بود مرکب کجا تا ختم۔

ہاں جب اُس دوست نے مجھے رضا کار کا پرچہ دیا تو اتفاقاً ایک صاحب ایک شیعہ مجتہد کو لے کر بھی وہیں تشریف لے آئے۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ آپ رضا کار کے پروپرائٹر ہیں۔ میں نے کہا۔ آپ دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ہمارا اخبار سیاسی ہے مذہبی نہیں مگر یہ تمام مذہبی مباحثات سے پُر ہے۔ کہیں باغی کی گردن پر حیدری نیزہ بازی کا مضمون ہے۔ کہیں شیعوں کے قرآنی ایمان کا جھگڑا ہے۔ کہیں مسئلہ خلافت اور امامت کا قصہ ہے حالانکہ نہ اب کوئی خلافت لینے والا ہے نہ دینے والا۔ کیا ہے سانپ نکل اب لکیر پٹیا کر کا طعنہ حاصل کرنے سے کیا فائدہ۔ کہیں اہل سنت پر عبد اللہ بن سبا کا تسلط ثابت کیا جا رہا ہے حالانکہ عبد اللہ بن سبا کے عقیدہ سے اہل سنت کے کسی فرقے کو شتمہ مجھ بھی تعلق نہیں آپ نے جواب دیا۔ کہ کیا کریں اہل حدیث ائمہ

زمزم لاہور۔ شمس الاسلام بحیرہ۔ مدنیہ مجبور وغیرہ پرچے لکھتے ہیں تو ہم بھی لکھتے ہیں۔ میں نے کہا اہل سنت کسی کو برا نہیں کہتے۔ آپ کیوں برا کہہ کر دل آزادی کرتے ہیں مجتہد صاحب بول اٹھے کہ لعنت کرنا قرآن سے ثابت ہے اس لئے ہم کرتے ہیں۔ میں نے کہا یہ فعل آپ کو مبارک ہو، ہمیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کے بزرگوں کو بھی نام لے کر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ ان کو برا کہتے ہیں جن کی معیت حضرت علیؑ نے کی۔ امام حسنؑ نے کی اور امام زین العابدینؑ نے کی۔ آپ بولے ہرگز نہیں کی۔ میں نے کہا ماباقر مجلسی کی کتاب جلاء العیون وغیرہ میں ثبوت موجود ہے۔ میں صبح آپ کو دکھا دوں گا۔ آپ

نہیں۔ یہ خیال بہت مبارک ہے مگر کوئی اس محبت مغرطہ کے کارناموں کو کس طرح چھپا سکتا ہے جس نے حضرت علیؑ کو خدائی کے درجے تک پہنچا دیا اور بڑے بڑے شیعہ اب بھی اس کے ہم عقیدہ ہیں۔ سید وزیر حسین صاحب حج کی تاریخ الاممہ جو شیعوں میں بڑی مقبول کتاب ہے اور کئی بار لکھنؤ میں چھپ چکی ہے۔ اس کے ص ۵۲ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر رسول اللہ تک تمام انبیاء کا یاد اور مشکل کشا بتایا گیا ہے۔ اور دوسری کتاب فضائل مرتضوی کا مولف ان الفاظ میں حضرت علیؑ کو خدا تسلیم کرتا ہے :-

”یہ وہ ہے جس نے کونین کو ایسا دیکھا۔ خیمہ گردوں کو بے چوب و ستون کھڑا کیا۔

روحوں کا قابض۔ اجساد کا خالق۔ رسول

کا ناصر اور فرشتوں کا استاد علی ہی ہے ع

میں وصف علیؑ کہتا ہوں حق کہتا ہے حق ہے“ ص ۱۳ سوچنے والا انسان شیعوں کے عقائد پڑھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کو ان کی پیدائش سے پہلے تو خدائی طاقت کا مالک مانتے ہیں اور اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں اتنا کمزور کہ اصل قرآن بھی ظاہر نہ کر سکے، اور اسے یہ کہہ کر کم کر دیا کہ پھر تم اس قرآن کو نہ دیکھو گے، تاہم ہمدی میرے فرزندوں میں اس کو ظاہر کرے گا وصولت حیدری ص ۸۲ نیز ملاحظہ ہو شیعوں کی دوسری کتاب حق الیقین۔ پورا بیان دائرۃ الاصلاح کے رسالہ نعرہ حیدری کے ص ۲۲، ۲۳ میں نقل ہے (

پھر شیعہ مورخین انہی کتب میں جو حضرت علیؑ کو گردن میں رسی ڈالے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کر کے بیعت کرانے، سیدہ فاطمہؑ پر دروازہ گرا کر محسن کو ساقط کرنے اور سیدہ ام کلثومؑ کو جبراً حضرت عمرؓ کے نکاح میں لانے کے قصے بیان کر کے ان کی

جھپ کر بولے میں تو صبح گزرا نوالہ سے واپس جا رہا ہوں۔

آٹھ گھنٹوں میں میں نے دریافت کیا کہ کل ہی مجھے اخبار شیعہ لاہور کا پرچہ مورخہ اپریل ۱۹۳۶ء نظر پڑا ہے جس میں لکھا ہے کہ شیعوں کے نزدیک حضرت ابولولو بے حد واجب الاحترام ہیں۔ حضرت ابولولو جاں نثار اہل بیت تھے اس لئے ان کی شان میں ایسے گستاخانہ الفاظ (مجوسی) کسی طرح بھی برداشت نہیں کئے جاسکتے۔ (ص ۷) کیا یہ شخص اس لئے واجب الاحترام ہے کہ اس نے حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر خلیفہ اسلام کو حالت نماز میں شہید کیا؟

شیعہ مجتہد بولا۔ ہاں۔ حضرت فیروزؓ کو ہم نہ رنگ مانتے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا وہ مسلمان تھا؟ آپ نے کہا ہاں۔ وہ مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا اس نے مالک کے دو روزانہ کے مطالبہ پر حضرت عمرؓ کے سامنے شکایت کی آپ نے کہا تجھ جیسے کاریگر کے لئے یہ رقم زیادہ نہیں۔ اس پر طیش کھا کر ”حضرت فیروزؓ“ نے آپ کو قتل کر ڈالا۔

مجتہد صاحب سے یہ بات سن کر مجھے قاتل کے ایمان کے متعلق تحقیق کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور میں نے مندرجہ ذیل کتب مطالعہ کیں اور ثابت ہوا کہ وہ ایرانی الاصل تھا اور حضرت عمرؓ کی فتوحات پر جہل کر داد نہ ملنے کا بہانہ کر کے اس نے قتل کا ارتکاب کیا تھا۔ حالانکہ فاروق اعظمؓ کے عدل کا ابر رحمت امیر و غریب سب کے لئے داد بخش تھا۔

۱۱) علامہ سیوطی کی تاریخ الخلفاء کے اردو ترجمہ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کے حلقے میں لکھا ہے کہ ”ابن عباس کہتے ہیں کہ ابولولو مجوسی تھا۔ چنانچہ عمر بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ میری موت ایسے آدمی کے ہاتھ سے واقع

نہیں ہوئی جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔ (۲) علامہ ابن قتیبہ (متوفی ۲۶۹ھ) کی کتاب المعارف کے اردو ترجمہ مطبوعہ آسی پریس لکھنؤ کے ص ۱۱۱ میں مسطور ہے کہ ”عمرؓ نے اپنے درپے دس سال تک مسلمانوں کے ساتھ حج کئے۔ دسویں حج سے فارغ ہو کر جب وہ اپنے صدر مقام اور مرکز خلافت یعنی مدینہ منورہ کو واپس آئے تو مغیرہ بن شعبہ کے مجوسی غلام فیروز ابولولو نے ان کو شہید کر ڈالا“

۱۲) علامہ رفیق بک العظم مصری کی کتاب الشہیر مشاہیر اسلام جلد ثانی مترجمہ پیبہ اخبار لاہور کے ص ۱۱۱ میں لکھا ہے ابولولو فارسی الاصل تھا جس کو رومیوں نے قید کر لیا تھا اور پھر اہل اسلام نے رومیوں سے قید کیا تھا اور یہ کہ جب نہاوند کے قیدی مدینہ منورہ میں آئے تھے تو یہ ابولولو ہر ایک صغیر و کبیر کو ملے ہوئے سر کو مل کر روتا تھا اور کہتا تھا واللہ عمر نے میرا کلیجہ کھا لیا ہے (کیونکہ آپ کی اسلامی فوج نے مجوسی سلطنت کا تختہ الٹ دیا تھا) پھر ص ۱۱۲ میں لکھا کہ جب آپ زخمی ہو گئے تو آپ نے عبد اللہ بن عباس کو فرمایا کہ تم معلوم کرو کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے۔ پس ابن عباسؓ نے ایک ساعت کے بعد آئے اور کہا کہ مغیرہ کے غلام نے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا اس کا ریکر ہے؟ ابن عباس نے کہا۔ ہاں۔ پس آپ نے فرمایا۔ خدا اس کو تباہ کرے۔ میں نے تو اس کے ساتھ امر بالمعروف کیا تھا اور اچھی بات کہی تھی۔ لیکن الحمد للہ کہ خداوند کریم نے میری موت کسی ایسے آدمی کے ہاتھ سے نہیں کی جو اسلام کا دعوے رکھتا ہو۔“

۱۳) مولانا شبلی نعمانی کتاب الفاروق حصہ اول ص ۱۲۲ مطبوعہ مطبع نظامی دہلی میں لکھتے ہیں کہ

یہی کہ سیدہ ام کلثوم کو بیوہ کر دیا۔ اس سے شیعہ مذہب کو کیا فروغ حاصل ہوا۔ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے اور جب بارہ سال کی خلافت کے بعد انہیں بھی درجہ شہادت نصیب ہوا تو حضرت علیؓ کی نوبت آئی اور ان کا بیچ سالہ عہد باہمی جھگڑوں میں بسر ہو گیا، اور ایک شیعہ ثم خارجی عبدالرحمن بن ملجم کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ پھر حضرت حسنؓ چھ ماہ کو فہ میں برسر حکومت رہے۔ جنہوں نے حضرت معاویہؓ کو خلافت سونپ کر بیعت کر لی (صلا ۳۱۱ و ۳۲۱ جلاء العیون ترجمہ اردو)

یہ (حسن بن علیؓ) دس سال اور امام حسینؓ بیس سال مدینہ میں حضرت معاویہؓ کے عہد میں خوش و خرم آبادشاہ رہے۔ اور عہدیزیدؓ میں شیعہ ان کو فہ کی غداری سے کر بلا میں شہید ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند امام زین العابدینؓ نے یزید کی بیعت کر لی۔

(جلاء العیون ص ۵۸۸) اور خلفاء بنی امیہ کی پرجبروت سلطنت میں واقعہ کر بلا کے ۳۶ سال بعد مدینہ منورہ میں عمر بسر کر کے واصل بحق ہوئے۔ یہ اثناعشری شیعوں کے چوتھے امام تھے۔ ان کے قول کے مطابق ہر امام مظلوم اور مقہور مسلمانینی وقت رہا حتیٰ کہ بارہویں امام کو خلفائے عباسی کے عہد میں سردایہ سرمن رائے میں چھپ جانا پڑا اور بحساب مولف تاریخ ائمہ ان کو غائب ہوئے گیارہ سو تین سال ہو چکے ہیں۔ ان کے ظہور پر شیعہ مذہب کو فروغ ہوگا۔ "حضرت فیروز" کی جاں نثاری نے پارسوں کے حق میں کوئی نتیجہ مترتب نہیں کیا۔ وہ یہود کی طرح کسی ملک کے بادشاہ نہیں۔ ابولولو نے اپنی سلطنت اور مذہب کو پامال و یکہ کر مسلمانوں سے انتقام لینے کی غرض سے ان کے جلیل القدر خلیفہ کو شہید کر دیا۔ ہمیں یہ دیکھ کر تعجب آتا ہے کہ وہ شیعہ حضرات جو عربی النسل ہونے کے مدعی ہیں۔ اس پارسی کو کیوں مقتدا تسلیم کئے ہوئے

"مدینہ منورہ میں فیروز نامی ایک پارسی غلام تھا جس کی کنیت ابولولو تھی" ص ۱۲۳ میں مرقوم ہے۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ میرا قاتل کون ہے لوگوں نے کہا۔ فیروز۔ فرمایا الحمد للہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعویٰ رکھتا تھا" (۵) "شمس التواریخ جلد سوم مطبوعہ آگرہ کے ص ۱۱ میں لکھا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ ایران سے ایک غلام لائے تھے جس کا اصل نام فیروز تھا مگر غلام لوگ اسے ابولولو کہا کرتے تھے۔ ص ۱۱ میں مسطور ہے، کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ الحمد للہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے مقتول نہیں ہوا جسے دعویٰ مسلمان ہونے کا ہو اور جس نے اپنی عمر میں کبھی بھولے سے بھی خدا کو سجدہ کیا ہو۔"

اس وقت یہ کتابیں میرے کتب خانہ میں موجود ہیں جو پیکار پیکار کر کہہ رہی ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کا قاتل مسلمان نہ تھا اور اس نے جرم قتل کا ارتکاب صرف اس لئے کیا تھا کہ وہ اپنی ملکی بادشاہی کو فاروقی اعظمؓ کے عہد میں برباد دیکھ کر رنجیدہ تھا اور اس نے اپنی لکائی سے دو درم اپنے مالک کو ادا کرنے کو نہ یادتی پر مجبور کر کے حضرت عمرؓ کے انصاف نہ کرنے کا بہانہ بنا لیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ ایسے سفاک آدمی کو جس کا مسلمان ہونا ثابت نہیں شیعہ بے حد واجب الاحترام اور جاں نثار اہل بیت بتاتے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ آپ نے جو سی سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور اسی کا جو سیوں کو رنج ہے۔ شیعوں کو اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے اتنا خیال بھی نہیں آتا کہ اس نے مسجد نبویؐ میں اس وقت اور بھی کئی مسلمانوں کو بھی شہید کر دیا تھا۔ اور خود بھی خود کشتی کر لی تھی۔ جو کسی مسلمان کا کام نہیں۔ ہم اس بات کے فہم سے بھی قاصر ہیں کہ فیروز نے اہل بیت سے کیا ہمدردی کی

یہ ہے اہل تشیع کا مذہب اُن جان نثارانِ اسلام کے متعلق جنہوں نے اپنا سب کچھ خُدا و رسول خُدا کی خوشنودی کے لئے قربان کر دیا۔ اور مسلمانوں کو عروج و کمال تک پہنچا دیا۔ وہ عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہے۔ اور وفات کے بعد بھی معیت نہ ٹوٹی۔ گنبدِ خضرا کے نیچے ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مصاحب نہیں۔ ان کے تو شیعہ دشمن اور ابولولو اور مختار ثقفی جیسے اشخاص کے دوست۔

دائے گراں پس امروز بود فردائے

— ❦ —

ہیں اور اسی طرح مختار ثقفی کو بھی۔ حالانکہ امام زین العابدینؑ نے اُس کا عطیہ لاکھ درہم خلیفہ عبدالملک کے لئے رکھ چھوڑا اور اس کے قتل ہونے پر فرمایا کہ مختار پر لعنت ہو کہ وہ خدا پر اور ہم پر دروغ باندھتا تھا اور دعویٰ کرتا تھا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ مگر اب اس ہمہ ملا باقر مجلسی کہتے ہیں کہ امام حسینؑ مثل اس عقاب کے جو جھپٹ کر جانور کو دو بوج لے اس طرح اُس شخص کو جہنم کے اندر سے اُٹھا لائیں گے اور دوزخ میں ڈالنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اُس کے دل میں ابو بکر و عمر کی محبت کا شائبہ تھا۔ پھر قول امام لکھتے ہیں کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر جبریل و میکائیل کے دل میں کچھ بھی محبت ابو بکر و عمر کی ہو بے شک خدا اُن کو منہ کے بل آتش دوزخ میں ڈال دے (جلال العیون ص ۵۶)

مآذ میرزا ابیت

لاہوری میرزائیوں کے دہل کا انکشاف

(از ملیر)

مغالطات سے بھرپور ہیں۔ ایک دلیل بھی ایسی نہیں جو دعویٰ کے مطابق ہو۔ سب میں مندرجہ ذیل تین امور کو ہی مختلف طریقوں سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔

۱۔ حدیث بعثت مجدین سے ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ضروری ہے۔

۲۔ مرزا غلام احمد صاحب چودھویں صدی کے مجدد تھے اور انہوں نے شان دار اسلامی خدمات سر انجام دیں اور مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

۳۔ علمائے اسلام کا ہمیشہ مشغلہ تکفیر رہا۔ لہذا علماء کرام

امت میرزائیہ کے پیغامی یا اندلسی گروہ کے امیر مضر محمد علی ایم اے کے تالیف کردہ متعدد ڈٹریکٹ و رسائل غافل و بے خبر سنہوں میں ہر سال تقسیم ہوتے رہتے ہیں۔ ایسے رسائل کا ایک بنڈل کپتان میرزا حمید اللہ بیگ رئیس سامانہ کو بھی ایک میرزائی مبلغ نے پیش کیا۔ کپتان صاحب نے وہ تمام رسائل دفتر شمس الاسلام میں بھیج دیئے۔ اور میرزائیوں کے دلائل کا جواب طلب کیا۔ ہم حیران تھے کہ کون سی دلیل کا جواب دیں۔ تمام رسائل نے ہودہ لن ترانیوں، افتراء بہتان، اور

من کا لفظ اگرچہ مفرد ہے مگر معنی کے لحاظ سے عموم یعنی جمع ہے۔ قرآن مجید میں ومن الناس من يقول (الایہ) میں جمع کے لئے مستعمل ہے۔ لہذا ہر سو سال کے بعد کئی اشخاص کا مختلف مقامات پر تجدید دین کے فریضہ میں مہمک ہونا ضروری ہے۔

میرزا یوں کی کتاب عمل مصفی (مصداقہ نور الدین وغیرہ) میں نہایت مجددین امت درج ہے۔ ہر صدی میں کئی بزرگان دین کو اس صدی کا مجدد قرار دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ میرزا یوں کے ہاں بھی یہ امر مسلم ہے کہ مجدد ایک ہی شخص نہیں بلکہ کئی ہو سکتے ہیں۔

۲۔ مجدد کے لئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ مجدد کا انکار باعث ضلالت و کفر نہیں۔ اگر یہ صحیح نہیں تو فیہ سو سال میں جس قدر مجددین پیدا ہوئے۔ ان میں سے کسی ایک کا دعویٰ اس کی کسی کتاب سے دکھلا دیں۔ کہ ”میں مجدد ہوں اور صدی کے سر پر مہم بموجب حدیث مبعوث ہوا ہوں اور میرا انکار رسول خدا کا انکار ہے وغیرہ وغیرہ“

۳۔ جتنے بزرگان دین کو آج تک مجدد سمجھا گیا۔ ان کے کارناموں اور جذبات کی بنا پر سمجھا گیا اور ان کے زمانہ میں یا ان کے بعد دوسرے بزرگان دین نے ان کو مجدد سمجھا اور وہ مجدد مشہور ہوئے۔

۵۔ دورِ حاضرہ میں بھی ہر اسلامی ملک میں ایسے بزرگان ملت موجود رہے ہیں جن کو اپنے اپنے قیاس کی بنا پر لوگوں نے مجددِ اُمۃ الحاضرہ سمجھا۔ مثلاً شیخ سنوسی مرحوم، علامہ شکیب ارسلان، ڈاکٹر اقبال، مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلو، شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب، حکیم الامتہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، سلطان عبدالعزیز ابن سعود وغیرہ وغیرہ لوگوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ان میں سے ہر ایک کو مجدد سمجھا۔ ان میں سے جس نے بھی شریعت کے مقرر کردہ دستور کے مطابق تجدید و اجیائے ملت کا کام کیا اسے مجدد تسلیم

کافر و کفر بارہ میرزا نیان بالکل غلط اور قابل اعتناء نہیں۔

ان تین امور کے سوا اور کوئی چیز ان رسائل میں موجود نہیں جس کو قابل تشریح سمجھا جائے۔ لہذا آج کی اشاعت میں ہم ان امور پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ سادہ لوح و بے خبر مسلمان میرزا یوں کی چال بازیوں سے محفوظ رہیں

مشکوٰۃ شریف
حدیث بعثت مجددین۔ کتاب العلم

میں ہے ان الله يبعث لهذا الامۃ علی رأس کل مائۃ من یجد ولہادینہا۔ (رواہ ابو حاد) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے بعد ایسے آدمی اس اُمت میں پیدا کرے گا جو دین کی تجدید کیا کریں گے۔

میرزا لئی کہتے ہیں۔ کہ اس حدیث کی رو سے صدی کے سر پر کسی مجدد کا آنا ضروری تھا۔ بناؤ چودھویں صدی کے سر پر کون آیا۔ چونکہ کسی نے بھی بجز میرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ مجددیت کا نہیں کیا۔ لہذا اس کو مجدد تسلیم کرلو۔ ورنہ تمہارے پاس حدیث کا کیا جواب ہے؟

جواب (۱) سنہ ہجری ۱۲۸۰ حضرت صلی علیہ وسلم کے زمانہ میں رائج نہ تھا۔ اس وقت عرب میں سنہ عام الفیل یا مسلمانوں میں سنہ ولادت یا سنہ بعثت نبوی رائج تھا۔ لہذا علیٰ رأس کل مائۃ سے چودھویں صدی ہجری کا سرا امرادیناً قطعاً صحیح نہیں اور دعویٰ بلد دلیل ہے۔ میرزا صاحب آئینہ کمالات اسلام ص ۱۲ پر لکھتے ہیں۔ کہ ”چونکہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دمشق میں کوئی منارہ نہ تھا اس لئے جس حدیث میں دمشق کے منارہ کا ذکر ہے وہ غلط ہے“

پس میرزا جی کے مسئلہ اصول کے مطابق بھی سنہ ہجری مراد لینا صحیح نہیں۔ بلکہ

۲۔ من یجد ولہا سے مراد ایک شخص لینا صحیح نہیں

کس کے اشعار ہیں ۷

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بسر فاں نہ کمترم ز کسے
آنچه من بشنو ز وحی خدا
بخدا پاک و انمخش ز خطا
ہم چو قرآن منزہ اش دالم
از خطا ہا بری است ایمانم
میں مسیح زمان و منم کلیم خدا
میں محمد و محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آنچه دادا است ہر بہی را انجام
داداںں جسام را مرا تمام

(درمیں مجموعہ اشعار میرزا کے قادیان)

لاہوری مرزائی بتائیں یہ کس کا دعویٰ ہے ”من فرق
بینی و بین المصطفیٰ ما عرفنی و ما سرائی“ (خطبہ الہامی)
یعنی جس نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے درجہ میں
فرق کیا اس نے مجھے پہچانا نہیں۔ پس میرزا صاحب کو آقا
نامہ در صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی و غلام کہنے والا میرزا جی
کا مرید نہیں کہلا سکتا۔

مرزا جی نے عربی، اردو، فارسی میں متعدد کتابیں
تالیف کیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اشتہار شائع کئے۔
ان کے دعاوی سے دنیا بھر کے مسلمانوں، آریوں، عیسائیوں
غرض ہر ملت کے افراد نے انہیں مدعی نبوت سمجھا۔ بلکہ
آج بھی خود ان کے ماننے والوں کی اکثریت (یعنی قادیانی
جماعت) انہیں نبی قرار دیتی ہے۔ مگر دنیا میں ایسے افراد
بھی موجود ہیں جو چند ہزار کی تعداد میں ہوتے ہوئے تمام
دنیا کے فہم و علم کے خلاف میرزا جی کے مریدوں کی اکثریت
کے خلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ میرزا جی نے نبوت کا دعویٰ
کیا۔ اور لوگوں سے زبردستی تسلیم کرانا چاہتے ہیں کہ دنیا
بھر کے علماء ایسے بلید الذہن عقل و علم سے عاری ہیں جو
میرزا جی کی اُردو تصانیف بھی سمجھ نہیں سکتے۔

کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۶۔ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ عہد حاضرہ کا مجدد ہم میں
موجود نہیں تو مرزا صاحب کو مجدد تسلیم کرنا کیسے ضروری ہوا

۷۔ کس نیا ید بزیں سایہ بوم

گر ہما از جہاں شود معدوم

کیا کوئی عقلمند اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ شہد اگر نہ ملے
تو سہم الفار کھالے۔ روٹی نہ ملے تو مٹی تناول کرنا شروع
کر دے۔ پانی نہ ملے تو پیشاب پی لے۔ وقس علی ہذا۔
۷۔ ہمارا آخری و تحقیقی جواب یہ ہے کہ جس پتھر پر

مرزا جی نے عمارت مجددیت کھڑی کی تھی وہ پتھر ہی بوسیدہ
ہے۔ یہ حدیث موقوف ہے لہذا حجت نہیں۔ (ابوداؤد
کتاب اعلام جلد دوم) اس حدیث کے راویوں میں ابن
وہب ہے جو بدلتس ہے یعنی تدلیس کرتا ہے لہذا قابل
اعتبار نہیں (تہذیب التہذیب ترجمہ ابن وہب)
کیا ایسی ہی بودی حدیثوں پر استدلال کی عمارت
کھڑی کر کے تمام دنیا کو میرزا جی کی غلامی کی دعوت دی
جاتی ہے۔ فاعبر وایا اولی الابصار۔

مرزا جی کے دعاوی { میرزا جی نے کئی روپ
بدلے۔ مجدد بنے۔

مہدی کہلائے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس سے
ترقی کر کے کرشن جی جہاراج، آریوں کے پادشاہ،
اور جے سنگھ بہادر بنے، بعد ازاں غلّی عکسی مجازی
دہروزی بنے۔ آخر کار سال ۱۹۷۱ء میں کھلے طور پر نبوت
کا دعویٰ کیا۔ ایک شخص پٹواری سے ترقی کرتے کرتے
گورنر بن جائے۔ تو گورنری کے زمانہ میں اس کو پٹواری
کہنا اس کی زبردست توہین ہے۔ لاہوری میرزائی
مرزا جی کو بار بار مجدد لکھ کر ان کی زبردست توہین کر رہے
ہیں۔ اگر لاہوری مرزائی دنیا کی آنکھ میں خاک ڈال کر
مرزا جی کے دعویٰ نبوت سے انکار کر دیں۔ تو بتائیں یہ

اب ہم لاہوری میزبانوں سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ غریب سنہیوں کی جیبوں اور ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے اسلام کا نقاب اڑانے کی ہزار سعی کریں گے بہر رنگے کہ خواہی عامہ سے پوش من انداز قدرت رائے شناسم

کیا مرزا جی محمد تھے؟
مرزا جی کا نوعی نبوت ہونا تسلیم شدہ حقیقت ہے اور بقول مرزا جی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت میلہ کذاب کا بھائی ہے (انجام آتھم ص ۵۸) لہذا مرزا جی کو میلہ کذاب کا بھائی کہا جاسکتا ہے۔ مگر ان کو اس حدیث کا مصداق قرار دینا کسی طرح جائز نہیں۔
(باقی دارد)

ہم لاہوری جماعت کے سامنے مرزا جی کے دعویٰ نبوت کا ایک شاہد عادل پیش کرتے ہیں۔ اس شاہد عادل کا نام ہے مسٹر محمد علی ایم۔ اے جسے لاہوری جماعت نے اپنا امیر بنا رکھا ہے۔ سنئے آج سے ۳۱ سال پہلے محمد علی صاحب کا ایمان کیا تھا :-

”ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ مسیح موعود (یعنی مرزا جی) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے۔ اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے۔ آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے“ (پیغام صلح جلد ۵ ص ۳۵، ستمبر ۱۹۱۳ء)
”ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس زمانہ کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں“

وسط ہند اور جنوبی ہند میں جدید فتنہ

الحاد و بد دینی کے پاگل خانہ میں ایک دلچسپ اضافہ

(۴)

(انجناب مولوی محمد یعقوب صاحب ایڈووکیٹ چھاؤنی مھو)

”قیامت سے مراد قیامت صغریٰ ہے، جو دوسرے صاحب شریعت کے ظاہر ہونے پر پہلے صاحب شریعت کے لئے ظاہر ہوا کرتی ہے، اور حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک اس قیامت کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔“ (نقطۃ الکاف ص ۱۵۸)

غالباً کہنا کچھ اور چاہتا تھا اور منہ سے نکل گیا کچھ اور یا پھر شاید کچھ سمجھنے سے پہلے ہی بول اٹھا ورنہ یہ نہ کہتا۔ اس سے پہلے ہباء اللہ نے بھی منظر خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ مگر اس نے جس طرح قیامت کا مطلب سمجھانے کی کوشش کی تھی اس میں کچھ اظہار کرنے کا ڈھنگ تھا، اس نے لکھا ہے :-

اوتار، کرشن مریود اور سکوں کے بے سنگہ جٹیٹہ ہیں اور یہ دھن پتی، سری پتی، اندر جوتی، شمنکھ اوتار اور جن بسو لیشور ہیں۔ مرزا جی منظر خدا، لفظہ خدا، خدا کے بیٹے، اور خدا کے باپ ہیں، اور یہ کہتا ہے کہ ”میرے الہامات میں ذات اللہ اور صفات سے مخاطبت“ کی گئی ہے۔ چنانچہ یہ بھی — ”مالک الملک، مکین ولا ملک تیرا، یارحیم۔ رحمن۔ منظر خدا ہے خدا کا بیٹا ہے۔ اور پھر آگے ”تیری صورت میری صورت بیچ“ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔“ ”تیری شان میری شان ہے“ ”اللہ کے دستخط کر کے سنا دے“ ۱۷

کس کس کا حال احوال سنو گے؟ اور کہاں تک سنو گے؟ مگر غمیر! اچھا ہے کہ فرصت کے وقت تازہ دم ہونے کے لئے اس نسخہ تقسیم خیر کو پڑھ لیا جائے اس سے اعصاب کو ایک قسم کی تقویت پہنچتی ہے اور تمام کسل و تکان دور ہو جاتی ہے۔

باب نے ایک دفعہ غالباً اپنی وفات سے نو سال پہلے کہا تھا کہ ابجد کے حساب سے کلمہ غیاث، یا اغیث، اور مستغاث کے عدد ۱۱ یا ۱۰ یا ۲۱ نکلتے ہیں۔ بس سمجھ لینا چاہئے کہ خود اس کی وفات کے ۱۱ یا ۱۰ یا ۲۱ سال بعد ”من یلقہ اللہ“ کا ظہور ہوگا، بس اس وقت سے بیان کو جس کے نزول کے بعد قرآن منسوخ ہو چکا ہے، ختم اور منسوخ ماننا پڑے گا۔ ابھی یہ کلمہ زبان سے نکلتے دیر نہ ہوئی تھی کہ خود اس کے پیرواں نے ”رب الاعلیٰ“ لکھنے لگ گئے۔ کورحیم مومن ہندی نے اس کے سامنے اسے ”ہذا ربی“ کہہ کر مخاطب کیا اور حاکم خوی نے جب اس کی ٹھکانی پٹائی مچائی تو ہر ضرب پر خود اپنے لئے ”انی انا اللہ“

”مگر قیامت کبرے جس میں انہی جا رہے ہیں واقع ہو چکی ہے، کیونکہ باب اعظم نے دعوے کیا تھا تو نفع اولیٰ تھا، اور پہلا صورت بھونکا گیا تھا۔ اور بہار اللہ نے امر اللہ کا اعلان کیا تھا تو دوسرا صورت بھونکا گیا تھا۔ جو کلام اہل اب نازل ہوا ہے اس میں بار بار اس کو دہرایا گیا ہے“

(کوکب ہند بابت جولائی ۱۹۳۱ء)

بہائیوں کی بابت یہاں کچھ کہنا فضول سا ہے۔ صرف اتنا بتا دینا ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی کتاب البیان کو قرآن کا نسخہ خیال کرتے ہیں اور یہ بچارے کچھ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں اس لئے اتنا کہہ دینے پر اکتفا کر دیتے ہیں کہ :-

”صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ کے بعد فیج اعوج کا زمانہ ایک ہزار سال کا گذرا ہے۔ اس میں قرآن کریم آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ اس کے بعد چودھویں صدی جو ساقیوں ہزار کا اختتام ہے۔ اس میں دوبارہ قرآن کریم نازل ہو رہا ہے“ ۱۸

مرزا جی نے ”قرآن کی غلطیاں“ نکلانے کی غرض سے اپنی آمد ظاہر کی تھی ۱۸ اور ان پر، حالانکہ یہ خود ”اللہ“ ہیں قرآن نہ معلوم کون کہاں سے نازل کر رہا ہے!! اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اب لکھنے کی کوشش کر رہے ہوں اب متناشا دیکھئے کہ مرزا جی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے خدا کے کتنے دعوے بالفاظ ایک ہی ہیں۔ دونوں مہدی ہیں، موسیٰ ہیں، یوسف ہیں، عیسیٰ ہیں، ذوالقرنین ہیں یا سکندر ہیں، منصور ہیں، وجیہہ حضرت باری ہیں، امام الناس ہیں، جبری اللہ ہیں سلیما ہیں، مرزا جی ہندوؤں کے برہمن اوتار، رور گوپال، کلنکی

اٹھا کر ملت اسلامیہ میں رخنہ ڈالنے میں مصروف رہتے ہیں اور پھر وہی اندھیری رات۔ کوئی میاں کوٹکے سیر بھی نہیں پوچھتا رہے یہ پاکستان اور خاکستان والے، انہوں نے آج تک اپنے بزرگوں اور جاں نثاروں کو ہی کون سا سمجھ لیا ہے جو ان ”تازہ خداؤں“ کو سمجھیں۔

موجودہ سیاست نے ان کے دماغ اس طرح خراب کر رکھے ہیں، کہ ٹیلیفون کے کھمبے کو مسلم کہہ دیکے، تو اس کا طواف کرنے لگیں گے، رکھا رکھا یا کچھ ہے نہیں۔ صرف ضد ہی ضد میں مسلمان بنے ہوئے ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ اتنی خراسانی سیاسی چال ان کے لیڈروں نے نہیں سمجھی، کہ ہندوستان میں ”خدا سازی“ کے منبعوں کو پہلے بند کرنے کی فکر کرنا ملی مفاد کے لئے سب سے پہلی چیز ہے۔

کیونکہ یہ سب ”خدا اور رسول“ جو بار بار چلے آ رہے ہیں۔ برتر و وحید خدا کے ذلیل ترین اور ارذل بندوں کے اشارہ انگشت اور جنبش چشم و ابرو کے رہین منت ہیں۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ کے جہاد کا یہی سیاسی رد عمل ہو سکتا تھا، چنانچہ ہوا اور خوب زوروں سے ہوا۔ مگر نہ سمجھے تو یہ جن کے اکابرین کو سمجھ سلام کیا کرتی تھی، آداب بجا لاتی تھی۔

اب یہ جن بسویشور ہے جو آئینہ لئے ہوئے منہ دیکھ دیکھ کر اپنے خدا و خال کو، چہرہ مہرہ کو آنے والے کے بتلائے ہوئے حلیہ سے ملتا رہے، اور اعلان کرتا پھر رہا ہے کہ یہ وہی موعود ہے کیونکہ چاروں طرف سے برابر فٹ بیٹھ رہا ہے۔ کثیر العمال جلد ۷ ص ۱۸، اور حج الکرامہ سے ایک حدیث نقل کرتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ امام الناس کا رخ انور ستارہ کی طرح روشن ہوگا اور ان کے رخسار پر ایک سیاہ تلی ہوگا، اور وہ سوئی لباس پہنے ہوں گے، جیسا کہ مردان بنی اسرائیل پہنتے ہیں، وہ زمین سے مدفونہ خزا ئن نکالیں گے اور مشرکین

کہتا رہا۔ اس کے بعد اس کے دوسرے پیرو شیخ صالح عرب اور ملا حسین خراسانی بھی یہی دعوے کرتے رہے اور کسی طرح سے باز ہی نہ آئے۔ باز آتے کیسے؟ پیر نورانیؒ کا طلسمی ڈنڈا سب کے سروں پر گھوم چکا تھا اور یہ مسحور جانوروں کی طرح اس کی منشاء کے مطابق رقص کرتے پر مجبور تھے۔ چنانچہ کچھ ہی دن گزرنے پائے تھے کہ اب ”اللہ میاں یعنی وہی“ پیر نورانیؒ ہیکل بہا میں براہ راست اور بلا توسط حلال و برور ظہور فرما ہو گئے۔ اور عکا کے جیل خانہ سے بڑے بڑے بادشاہوں کو اپنی آمد کی خبر بذریعہ ڈاک دینے لگے۔ شہنشاہ فرانس نے ان کے ایک خط کے جواب میں لکھا کہ ”تم میں ایک خدا کا ظہور ہے تو ہم میں دو خداؤں کے ظہور ہیں“ اس پر بہا عا شد بہت ناراض ہوئے اور آخر کار بہائیوں کے عقیدہ کے مطابق وہ گستاخ بادشاہ فرانس سے بھگا دیا گیا۔

الغرض ۱۵۱۱ یا ۱۲۱۰ سال تو رہے دور باب کی وفات کے ستر پچھتر سال کے اندر اندر مومن ہندی صالح عرب، ملا حسین خراسانی، یحییٰ بہاری عین اللہ، صدیق دیندار چن بسویشور پانچ تو مدعیان ربوبیت یعنی خدائی کے دعویدار پیدا ہو گئے، اور مرزا جی ”ابواللہ“ یعنی ان سب کے ”اباجان“ اور پیر و مرشد بن بیٹھے، یہ ہے مسلمانوں کی تاریخ زوال کا سب سے بڑا ہڈیانی پہلو، اتنے ”خداؤں“ کے آجانے کے باوجود مسلمانوں ہی سے نہ سنبھلا گیا اور سب سنبھلتے اور ترقی کرتے چلے گئے۔ بات یہ پیدا ہو گئی ہے کہ وہ پرانا خدا جو ایک ہے اس کے برابر ایک بھی نہیں ہوا۔ اور یہ بجا رہے سیلولائیڈ کے بنے ہوئے جاپان کے مشہور بے حیا کھلونے کی طرح بار بار ٹھو کریں کھانے کے باوجود اٹھ اٹھ بیٹھے ہیں، بڑھکتے ہیں، شیخیاں بگھارتے ہیں، لغت ملامت کرتے ہیں اور کچھ دن انگریز بہادر کی نظر کریم اور ”وسیع القلبی“ یا دیر دلی سے فائدہ

باقی نہیں رہے گا فساد کا، توجہاد بالسیف کا حکم قطعی منسوخ ہو جائے گا، کیونکہ اسلام کوئی یورپ کا ذوق خوں آشامی تو ہے نہیں جو بلا وجہ خلق اللہ کو تلوار کے گھاٹ اُتارنا پھر اب کوئی ان سے پوچھے کہ یہ جو آپ سکندر اعظم، اور فاتح ہندوستان کے خطابات کا بورڈ لگائے ہوئے ہیں تو اس کی کچھ حقیقت بھی ہے یا صرف وہی مذاق ہے کہ ”ان باتوں سے کوئی اللہ بنا جاتا ہے“ اور ہاں آپ ”صادق جنگ“ بھی تو ہیں۔ اقبال نے ایک جگہ کہا ہے۔

جعفر از بنگال و صادق از دکن

ننگ آدم، ننگ دیں، ننگ وطن

خیر! غرضیکہ اب صرف زبانی ڈنڈا ہے جسے اپنی کال کوٹھڑی میں مصلے پر بیٹھے ہوئے گھمایا جاتا رہے گا اور جہاں اور بہت سی چیزیں سمجھ بیٹھے ہیں، یہ سمجھتے رہیں گے کہ خیالی یا زبانی ڈنڈے کی ہرجبش کے ساتھ ہندوستان فتح ہوتا چلا جا رہا ہے اور ”اولیاء اللہ“ کی حکومت قائم ہوتی چلی جا رہی ہے، ”رہ مدفونہ خزان کا معاملہ تو ریش مقدس پر ہاتھ پھیر کر ایک ”خندہ دندان“ کے ساتھ بتلاوا جائے گا کہ اس کا مطلب صرف اُن معانی سے تھا جو تاریخ نزول قرآن سے لے کر آج تک کسی کے پلے نہیں پڑے تھے اور جواب پہلی بار میل کچیل صاف کر کے خلق اللہ کے استفادہ کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں۔ ان کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ زمین کے شکم میں جتنا سونا، چاندی، جواہرات وغیرہ ہے سب قے کر لیا جائے گا۔ دیکھا آپ نے کیا روگ کٹا ہے؟ اب صرف ”حسن یوسف“ کا حسن ظن باقی رہ گیا ہے۔ کیا کہنے ہیں، سبحان اللہ! یہ خال سیاہ جناب کے عارضِ ثولیدہ مویر! نہ ہوئے؟ حافظ شیراز ورنہ اگر چوک جاتے تو اتنے ”سمرقند و بخارا“ عنایت کرتے کہ جھولی بھر جاتی اور آپ ”بیت المال“ کے قیام سے بے نیاز ہو جاتے! آپ کا ”رخ روشن“ اور

کے شہروں کو فتح کریں گے۔ بعض اور حدیثوں کا ذکر کرتا ہے کہ ان میں بتایا گیا ہے کہ امام الناس کے سیدھے ہاتھ پر قتل ہوگا۔ بھوؤں کے ہال دراز ہوں گے، سرمہ لگاتے ہوں گے اور وار بھی گھنی ہوگی۔ ہماری نظر سے یہ کتا ہیں ہنوز نہیں گذری ہیں اس لئے روایت کی صحت و عدم صحت پر بحث کرنا ہم بالکل فضول خیال کرتے ہیں۔ ہمیں تو یہ بتلانا ہے کہ چودھویں صدی کے پہلے ربع میں بہاء اللہ بھی زندہ تھا۔ اور اس نئے مدعی کی عمر اس کی وفات کے وقت چھ سال کی تھی۔ اسی طرح مرزا بھی چودھویں صدی کے پہلے چھپیس سال تک حیات رہے اور ان کی وفات کے وقت اس نئے مدعی کی عمر بائیس سال کی تھی۔ ان میں سے بہاء اللہ ”لقاء اللہ“ بن بیٹھا۔ مرزا جی یوسف، موسیٰ، امام الناس وغیرہ بن گئے، اور یثیخص امام الناس، یوسف موسیٰ اور ”اللہ“ ہو گیا۔ اب کہہ رہا ہے کہ شک ہو تو ملاوعلیہ لکھے ہوئے سے ایسا انسان روئے زمین میں میرے سوائے کوئی نہیں، لہ آپ ڈریئے گا نہیں، روایت میں صرف علیہ ولیہ ہی نہیں ہے، مدفونہ خزان کا نکالنا اور مشرکین کے شہروں کا فتح کرنا بھی نشانات میں شامل ہیں۔ اور ان کے پدید بزرگوار ”ابو اللہ“ صاحب اور اُن سے پہلے ”لقاء اللہ“ بہاء اللہ دونوں نے جہاد کو منسوخ کر دیا تھا، کیونکہ اگر ایسا نہ کرتے تو ”یضیع الحرب“ کے چوکے میں جم نہیں سکتے تھے۔ علم سے کچھ ذرا بہت واسطہ ہوتا تو حدیث میں امام آخر الزمان کی بابت ”یضیع الحرب“ کی پیش گوئی کو آیت قرآنی ”حتی تضع الحرب اوزارها“ (۴: ۷۷) کی مدد سے سمجھا جاسکتا تھا۔ یعنی فساد و خونریزی اس حد تک ہوگی کہ ان کے انسداد کے لئے اور عالمگیر امن کو قائم رکھنے کے لئے مجاہدین اسلام کو بسر کر دگی امام عالی مقام ایسے جہاد کرنا ہوں گے جن کی وجہ سے دنیا میں فساد کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا، اور جب نام ہی

دنیا میں خیالی مسلمان ان کا جلوس نکال رہے ہیں، اور ”زندہ باد“ پانڈہ باد“ کے فلک شگاف نعرے ہیں کہ آرام نہیں لینے دیتے، نیند، کسل و تکان، غنودگی، کچھ تو لا تاخذہ سنۃ ولا نوم کے مصداق ہونے کے باعث، اور کچھ بے جا تعریف و ناسزا ستائش کی گونج کی وجہ سے پاس نہیں پھٹکنے پاتیں۔ اس پر بھی حال یہ ہے کہ عالم رویا کسی طرح پیچھا نہیں چھوڑتا۔ کبھی رسول مقبول کی جانب سے خطابات عطا ہو رہے ہیں، تو کبھی مرزا جی اپنی نبوت سے خدا کے روبرو انکار کر رہے ہیں! کوئی کیا سمجھ سکتا ہے بھلا، اول تو —————

مدعا عقاب ہے اپنے عالم تقریر کا

اور پھر معمولی آدمی کے بس کی یہ چیزیں یوں بھی نہیں ہیں

تیرا یہ شعر اے داؤد کیا سمجھے ہر اک چہل
سختداں ہوں تو پاوے اسکے معنی کی لٹکان

الغرض بہاء اللہ کی نسبت اگر کسی سے پوچھنے کی زحمت ”خازن احسن“ میں برداشت کر لی جاتی تو لاثانی جمال کے تمام دعوے حلق ہی میں سوخت ہو جاتے۔ بہاء اللہ درمیانہ قد، روشن طلعت شخص تھا، اس کی آنکھیں سرگمیں تھیں اور اس کے رخسار پر ایک خال سیاہ بھی تھا۔ ڈاکٹر براؤن نے اس سے ملاقات کی تھی، وہ لکھتے ہیں :-

”ایک نہایت پر شکوہ اور محترم شخص تھا۔ سر پر درویشوں کے تاج کے مانند لیکن اس سے بلند ٹوپی تھی جس کے گرد سفید کپڑے کا چوڑا عمامہ لپٹا ہوا تھا۔ اس شخص کی درخشاں آنکھیں لوگوں کو بے اختیار اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ ابرو کشیدہ، پیشانی چہن دار“

وہ بھی رسوم و قیود زیبا نش و اپاندی و اہتمام آرائش کے لئے سرمہ کا ہنوز اس قدر محتاج کہ اس کے بغیر نہ امام الناس بن سکتے ہیں نہ ”اللہ! چشم پرفتن اگر نظر“ سرمہ لگیں“ ہوتی تو نہ معلوم کتنے ناوک نظر کے گھائل آپ کے مقتول و قاتل فنائیت میں سکتے نظر آتے! یہ تھی کل کائنات حسن یعنی رُخ روشن، خال سیاہ اور سرمہ چشم، جس میں آئینہ کی حیرت اور خود اس ”مہ جبین“ کے سودائے خام کو بھی بہت بڑا دخل ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس عالم آب و گل میں اپنے لاثانی جمال کا صورت پھونکنے سے قبل بہاء اللہ کے حلیہ کی بابت بھی کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر لیتا، مگر ظاہر ہے کہ غرور و حسن کی دترس سے واقعات کی تحقیق ہمیشہ دور اور بہت ہی دور ہوا کرتی ہے۔ اور یہ بھی کیا غضب ہے کہ ”غیر کی صورت میں اللہ“ ہونے کے مدعی ہیں۔ اور حلیہ رقم فرما رہے ہیں۔ حضرت امام آخر الزمان کا اور وہ بھی اس آرزو اور یقین کے ساتھ، کہ :-

”میرے دعوے چن بسویشور پر مسلمانوں

نے مجھے بدعتیہ اور گمراہ سمجھ کر لغو ذبا لہ

منک کہا۔ پندرہ سال کے بعد اب ان کے

امام اور احمدیوں کے موعود یوسف کی صورت

میں ظاہر ہو رہی ہوں، اس سے خوش ہیں۔

اب ضرور انت رہنا کہیں گے

شیکیسپیئر نے کسی جگہ کہا ہے کہ ”اگر خواہشات سواری کا کام دینے لگ جائیں تو دنیا کے جتنے کنگے ہیں، سب شہسوار بن کر رہیں“ یہاں دیکھئے تو ہر ایک سانس کے ساتھ دعوؤں کا ایک گنجان جنگل بڑے الجھاؤ کے ساتھ ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو کر برآمد ہوتا ہے اور آپ ہیں کہ اپنے زعم میں امامت کے ”دل دل“ پر ”یوسف“ اور انت رہنا“ بن کر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور وہم کی ساری

میں دیوانہ وار شعر پڑھ رہے ہیں۔ اور جب اہل مشاعرہ نے ہجوم میں سے دیکھنا چاہا تو معلوم ہوا کہ ”کوئی گل رعنا“ کے بجائے تین تین مستانے یوسف بنے بیٹھے ہیں۔ بات یہ ہے کہ مرزا جی کو ایک الہام ہوا تھا ”تین کو چار کرنے والا مبارک ہوگا“۔ تو میاں کم از کم اس الہامی مشاعرہ میں ”مبارک“ کا تلاش کر لینا تو خیر مشکل ہے، مگر تین تین مدعیان یوسفیت ضرور کھڑے ہو چکے تھے۔ اب اگر مدعی نمبر ایک کو بھی شمار کر لیا جائے تو تین کے چار ہو گئے، چونکہ پہلے کی نقل بعد والوں نے کی اس لئے پہلا اپنے خیال کے مطابق ”مبارک“ بنا رہا۔ یا اگر یہ صحیح ہے کہ ”باپ ہی بیٹے کے جھگڑے کا فیصلہ کر سکتا ہے“ اور ان کا ظہور بہ حیثیت ”اللہ“ کے ”ابن اللہ مسیح“ قادیان کی ذریت کے جھگڑوں کو چکانے کی غرض سے ہوا ہے تو پھر یہ ”مبارک“ ہوگا۔ مگر اس لطیفہ کو یاد رکھئے کہ مرزا جی نے کہا ”میں ابن اللہ“ ہوں ان کے شاگرد چن بسویشو نے کہا ”میں اللہ ہوں“ تو مرزا جی نے فرمایا ”میں ابواللہ ہوں“ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے یہ بتلا دینا آسان کام نہیں ہے کہ ان میں سے ”مبارک“ کون ہے؟ اور افضل کون ہے؟ بظاہر تو مرزا جی ہی بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ان الہامی تجھارتوں کا سمجھنا واقعی دل لگی نہیں ہے۔ ۶

سخنداں ہو تو پاوے اسکے معنی کی لطافت کون

تین یوسف تو سرزمین پنجاب میں رکھے رو گئے، اور اس چوتھے نے ہندوستان بھر کو ”مسلمان“ بنانے کے لئے سرزمین دکن کو اپنی جائے سکونت اور جولا نگاہ تبلیغ قرار دیا ہے اور قصہ یہ گھڑا ہے کہ لشکریات قیوم اصل میں

بال سیاہ تھے۔ وار بھی بہت سیاہ، گھنی، اور اس قدر لمبی تھی کہ قریب قریب کر تک پہنچ رہی تھی۔

برخلاف اس کے یہاں بقول غالب سے
بوچھ مت رسوائی انداز استغنائے حسن
دست مویوں خا، رخسار رہن غارہ تھا۔

یہ کہنا فضول ہے کہ حدیث میں بہاء اللہ کی ٹوپی اور چھوٹے عمامہ کا ذکر موجود نہیں ہے بلکہ اب بڑی مشکل آن پڑی کہ جب کچھ بھی نہیں ہے تو ”یوسف“ کیسے ہو گئے؟ نام محمد صدیق ہے، مرزا جی کے چیلے ہیں اور دونوں گرو چیلے، دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ یوسف، موسیٰ، مسیح اور امام الناس ہیں۔ اس کے باوجود گرو مرزا جی نے غالبؔ اسی استعارہ کے رنگ میں کہہ مارا تھا۔

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آتی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی محبے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

یہ کیسا ”یوسف“ تھا جسے یوسف کی خوشبو بھی آتی تھی اور جو اس کا انتظار بھی کرتا رہا؟ وہی مشک والے ہرن کا کھیل نہ تھا جو تلاشِ نافہء مشک میں سرگرداں حیران پریٹان بھاگا پھرا کرتا ہے۔ یا خود بعد از مرگ بروز کی زنجیر پکڑ کر کسی کے قالب میں اتر پڑنے کا ارادہ کر رہے تھے؟ جو کچھ بھی ہو شعر کی رنگینی و علاوت کی زیرنگی کا ایسا اثر ہوا کہ کفش برداروں میں سے احمد سعید سنبھڑیالی، ظہیر الدین اروپی اور یہ نئے مدعی یکے بعد دیگرے وہی ”میرے یوسف“ ہو گئے، جن کے لئے ”گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار“ کہا گیا تھا۔

واہ جی وا! یہ خود شناسی کہ خود یوسف گم گشتہ از خود رفته، یوسف کی خوشبو سے مست، اس کے انتظار

یہ یوسف کی بات ہے تو ان حضرت کی سب سے بڑی اور کھفانی اور عبا کا پایا جا جا کر ہمیں کہیں فکر موجود نہیں ہے۔

عالم کے لئے روح رسول اللہ ﷺ مختلف قابلوں میں وقتاً فوقتاً تشریف فرما ہوتی رہے گی اور اپنا پرتو دوسری ارواح پر ڈالتی رہے گی۔ یہاں اللہ ان سب سے بڑھ کر اپنے آپ کو خدا کا اوتار اور مسیح موعود کہتا رہا، مرزا جی بھی اپنی نبوت کو رسول کریم کی نبوت انہی معنوں میں کہتے رہے، اور اب یہ غلطی بھی پُرانی مگر امیوں کی گلی سڑی ہڈیاں شکستہ جہاز سے اکھاڑ کر اپنی دکان سجا رہے۔

تثبات ملاحظہ کیجئے کہ ایک ایک آیت کو یہ دیوانے اس طرح جھوم جھوم کر پھینک پھینک رہے ہیں۔ شور غوغا مچا رہے ہیں اور ایسی دھینگا مشتی اور دھنگا مٹکا مچا ہوا ہے کہ گویا اس کا نزول صرف انہی کی تصدیق و تائید میں ہوا ہے اور یہ کہ اگر اس آیت کو اول فرصت میں انہوں نے اپنے قبضہ میں نہ کر لیا تو ان کا بڑا حق مارا جائے گا۔ یوں سمجھ لیجئے جیسے کہ بندروں کے ہجوم میں کوئی تریبوز پھینک دے تو معلوم ہے آپ کو کیا ہوا کرتا ہے؟ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے تقسیم خطابات کی رسم ادا ہو رہی ہے اور قدردانی عالم بالا کے شکر کے میں کوئی جملہ منعقد ہونے والا ہے جس میں شرکت کے لئے ہر بندہ اس آسمانی نعمت کے بوجھ کو اپنے سر پر اٹھا کر اپنی زبان میں قصیدہ پڑھتا ہوا جلوس کے ہمراہ چل رہا ہے۔ سورہ جمعہ کی مذکورہ بالا آیت جو پڑھی ہے یا لوگوں نے، تو سید محمد جو پوری نے باواز بلند کہا، کہ اس میں صرف اس کے اپنے متعلق اشارہ ہے لہٰذا مرزا جی بولے ”واللہ ہے! میری بابت یہ آیت نازل ہوئی ہے لہٰذا چن بسویشور نے منہ بگاڑ کر کہا، واہ! کہتے کیا ہو، میری شان

عربی النسل ہے، حضرت یوسف نے ان پر بادشاہت کی تھی اور اسلام سے دو ہزار سال قبل یہ لوگ ہندوستان چلے آئے تھے۔ رسول کریم کے لئے قرآن کا ارشاد ہے۔ ”لتنذرا قومًا ما انزرا آباؤہم“ چونکہ ان عربوں تک اسلام کا پیغام حضور کی حیات میں یا اس کے بعد نہیں پہنچ سکا۔ اس لئے اب حضور بذات خود اس ”فنا فی الرسول“ کی شکل میں آیت کے اس ٹکڑے کی صداقت کو پورے طور پر ثابت کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں اور اس کا ثبوت سورہ جمعہ کی آیت ہوالذی بعث فی الاممیین رسولاً منہم یتلو علیہم آیتہ ویزکیہم وعلّمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لغی ضلال مبین و آخرین منہم لہما یلحقوا بہم وہوالغزیز الحکمہ سے بالکل کھلی طور پر واضح ہے۔

اچھا ٹھیک ہے۔ مگر اس کی، کسی روایت یا درایت سے کہیں کوئی سند ہے کہ جہاں کہیں قرآن کا مشن نہ پہنچ سکا ہو وہاں رسول اللہ ﷺ پھر بطور اوتار کے تشریف لائیں گے؟ ہرگز نہیں ہے۔ تو پھر یہ لوگ خود کو عام مسلمانوں سے کسی طرح علیحدہ تصور نہیں کرتے، جمہور اہل اسلام کا یہ عقیدہ ثابت کر سکتے ہیں؟ اصل یہ ہے کہ ایرانیوں اور ہندوؤں کے چبائے ہوئے لقمے اسلام کے خوانِ نعمت میں تھوک رہے ہیں اور مسلمانوں کے بھائی بن کر انہیں غلامت کھلا رہے ہیں۔ بابیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول کریم کی روح دوبارہ باب کے قالب میں آئی اور قرۃ العین زریں تاج کے جسم میں حضرت فاطمہؑ کی روح تھی۔ ان سے پہلے فاطمہؑ کی بنا پر سید محمد جو پوری اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ سمجھا رہا۔ اور ابھی کچھ روز قبل اسحق آخرس مغربی بھی یہی کہتا تھا، کہ رسول کریم کی رسالت مستقل شے ہے اور آئندہ اصلاح

ہیں ہے لہ ہباء اللہ نے کہا ”سورہ احزاب اور سورہ آل عمران میں مذکور ہے کہ تمام انبیاء سے عموماً اور رسول کریم سے خصوصاً یہ عہد لیا گیا ہے کہ ایک نبی (ہباء اللہ) آنے والا ہے اس کی تصدیق کرنا تم پر لازم ہے۔“ مہدی جو پیوری نے کہا ”خدا نے تعالیٰ نے میرے وصف پیغمبروں سے بیان فرمائے، اس لئے اکثر پیغمبروں کی تمنا تھی کہ میری صحبت میں پہنچیں۔“ بعض اہل مشائخ بول اٹھے ”واقعی سچ ہے! سبحان اللہ“ مرزا جی بولے ”تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے خواہش کی“ کہ اس پر جن بسویشوں نے ایک بے جوڑ بات کہی ”الیوم الملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا کے نزول کے بعد۔۔۔۔۔۔ یہ ہوگا کہ غیر مذاہب کے انبیاء وقتاً فوقتاً اس امت میں داخل ہو کر فیض یاب ہوتے ہیں گئے“ ہباء اللہ بولا ”و جو کما یومئذ ناصراً“ الی سربھا ناظر میں میری جانب اشارہ ہے“ نہ جن بسویشوں نے جواب دیا ”میرے لئے یہ آیت ہے“ کہ باب نے یقین دلانا چاہا کہ قرآن کو میری تصنیف ”البیان“ نے منسوخ کر دیا۔ ہباء اللہ نے کہا ”اصل میں شریعت محمدی کا دور دورہ میرے آنے سے ختم ہو گیا“ نہ مرزا جی بولے وہ قرآن کی غلطیاں نکالنے کے لئے آئے ہیں نہ جن بسویشوں نے جواب دیا ”اب قرآن دوبارہ نازل ہوتا ہے“ اس سے پہلے آسمان پر چڑھ گیا تھا“ مہدی جو پیوری نے

بتلایا کہ خاتم النبیین سے مطلب یہ ہے کہ کوئی صاحب شریعت نبی بعد حضورؐ کے نہ آئے گا، غیر تشریحی انبیاء آتے رہیں گے“ نہ مرزا جی نے اس کی تائید کی بلکہ مگر ہباء اللہ نے کہا کہ ”نبوت ہر قسم کی بعد رسول اللہ کے بند ہے، البتہ مظہر اللہ ہمیشہ آتے رہا کریں گے“ علامہ جن بسویشوں نے اس کی تائید کی اور اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ”باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا، مگر اللہ کا نام ولی ہے اس لئے ولی آتے رہیں گے“ علامہ ”ولما یعنی رسول اللہ کے زمانہ میں اللہ نے پہلی تصدیق سے اقوام عالم کا جھگڑا ہمیشہ کے لئے مٹا کر چھوڑا، یہاں وہی اللہ دوسری تصدیق سے فرمایا اسلام کے جھگڑے ہمیشہ کے لئے مٹا کر چھوڑے گا“ نہ مہدی جو پیوری کہنے لگے کہ ایسی تمام تفاسیر چاہے وہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہوں اگر ہمارے بیان و احوال کے مطابق نہ ہوں تو غلط ہیں نہ مرزا جی نے کہا ”ہم بھی ایسی تمام حدیثیں جو ہمارے الہام کے خلاف ہوں روٹی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں“ نہ باب بولا کہ قرآن کی ہر آیت میرے دعووں کی تصدیق کرتی ہے“ نہ ہباء اللہ نے اس دعوے کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ مرزا جی نے کہا ”میں زور سے دعوے کرتا ہوں کہ قرآن شریف میری سچائی کا گواہ ہے“ نہ جن بسویشوں نے اس پر بول اٹھا ”جس قدر بھی قرآن کریم میں اور احادیث میں اور اقوال اولیاء میں میرے ظہور کو اللہ کا ظہور پیش کیا گیا ہے لہ ان دعووں اور دلیلوں کے علاوہ دنیا کی نجات

۱۵ دعوت ص ۱	۱۵ کوکب ہند ۲۸ ستمبر ۱۹۲۷ء	۱۵ بدیع مہدویہ ص ۲۴	۱۵ اربعین ص ۱۴
۱۵ اعادہ اسلام ص ۱	۱۵ کوکب ۲۸	۱۵ دعوت ص ۹	۱۵ ائمہ تلبیس ص ۲
۱۵ کوکب ہند ۲۸	۱۵ از الہ ص ۳	۱۵ دعوت ص ۱۱	۱۵ بدیع ص ۲
۱۵ ریویو آن ریلیجیوز جلد ۲۱ ص ۹	۱۵ مقدمہ نقطہ الکاف اور کوکب ۲۸	۱۵ اعادہ ص ۱	۱۵
۱۵ دعوت ص ۱	۱۵ اعجاز احمدی ص ۳	۱۵ نقطہ الکاف ص ۱۳	۱۵ تذکرۃ الشہادتین ص ۲۲
۱۵ دعوت ص ۲۲	۱۵	۱۵	۱۵

بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش
گوئی موجود ہے اس طرح گو یا مرزا جی اور مہدی
جو پیوری دونوں غیر مرزائی اور غیر مہدی کو منکر اسلام
خیال کرتے ہیں اور غالباً ایک دوسرے کے نزدیک
بھی دونوں منکر ہیں۔ چن بسویشور کہتا ہے ”جب تک
مجھ میں فناء ہوگا اللہ تک نہیں پہنچ سکتا، یہ میرے منہ
کی بات نہیں ہے، یہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد مبارک ہے اب میری ہی صحبت میں
لوگ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ تک پہنچتے ہیں“
(باقی آئندہ)

کا واحد ذریعہ بھی ان میں سے ہر ایک صرف اپنے آپ کو
ظاہر کرتا ہے۔ مہدی جو پیوری کے قول کے مطابق جو شخص
اس کے ہاں مقبول نہیں وہ خدا کے ہاں مردود ہے، اور
غیر مہدی حربی ہیں، یعنی ان کے خلاف جہاد واجب ہے
ہاں کہتا ہے ”جو شخص کتاب بیان کی پیروی نہیں
کرتا اس کا تقویٰ اور پڑھنے گاری اسے کچھ نفع نہ دے گی
اور جو بیان سے تجاوز کرے گا وہ مومن نہیں“ اسے بہاء
نے کہا جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ خدا
میں پڑے ہیں، عنقریب جہنم کا اندھن بنائے جائیں گے
مرزا جی بولے ”جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو

۱۰ ۴۰ ص ۱۹۵ ۱۱ بیان باب ۶ واحد ۲ و ۳ کتاب مبین ۲۸۳ ۱۲ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۳
۱۳ دعوت ص ۲ ۱۴ دعوت ص ۳

منقولاً

مدارس عربیہ

نہیں جھوٹا ہے اور وہ صبر و قناعت کے ساتھ برابر اپنا
فرض ادا کرتے چلے جاتے ہیں۔

ہندوستان میں اگرچہ مذہبی تعلیم کا رواج روز
بروز کم ہوتا جاتا ہے لیکن خدا کو ایک جماعت سے دین
کی حفاظت کا کام لینا منظور ہے۔ اس لئے دینی تعلیم سے
مسلمانوں کی غفلت کے باوجود الحمد للہ عربی مدارس کی کافی
تعداد موجود ہے۔ ان سب کا مشترکہ مقصد دین اور دینی
علوم کی خدمت ہے۔ لیکن اس اتحاد مقصد کے باوجود
ان میں باہم کوئی تنظیم اور اشتراک عمل نہیں ہے۔

ہندوستان میں اسلام اور اسلامی کلچر کی حفاظت
کی مدنی ذمہ داری جماعتیں ہیں۔ لیکن درحقیقت اس کی
حفاظت و پاسبانی کا اصلی فرض عربی مدارس ادا کرتے
ہیں۔ اور آج ہندوستان میں دین و مذہب کا جو چرچا
اور اسلامی کلچر کے جو نقوش بھی باقی ہیں وہ انہی کی برکت
ہیں۔ اسلامی کلچر کے حفاظتی قلعے مسلمانوں کے پرشکوہ
ایوان نہیں بلکہ غریبوں کے یہی جھونپڑے ہیں جو مسلمانوں
کی غفلت سے ان مدارس کو دنیاوی فراغت و اطمینان کے
سامان بہت کم حاصل ہیں۔ لیکن اس حالت میں بھی دین کی
خدمت کا سررشتہ ان سچے خدمت گزاروں کے ہاتھ سے

جو ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔ بلکہ انفرادی طبعی رجحانات کی بنا پر خود ایک مدرسہ کے افراد کے ذوق اور طریقہ کار میں باہم اختلاف ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے۔ اس لئے نفس اختلاف مذاق کوئی خطرہ کی چیز نہیں۔ بشرطیکہ وہ باہمی مخالفت کا ذریعہ نہ بن جائے۔ مدارس کی تنظیم اور اشتراک عمل سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ذوق اور طریقہ کار کے اختلاف کے باوجود ان میں اتحاد و یگانگت کا رشتہ قائم رہے گا۔ اور آپس کی بے تعلقی اور ایک دوسرے کے حالات کی بے خبری سے عموماً جو بے اعتمادی، در عصبیت اور جماعت بندی پیدا ہو جاتی ہے وہ نہ ہونے پائے گی۔ اور مدارس کی انفرادی خصوصیات اور ان کا اختلاف ذوق تفریق کا ذریعہ بننے کے بجائے خدمت دین میں تفریق اور تنوع کی شکل اختیار کر لے گا۔

یہ مسئلہ ایک دوسرے پہلو سے بھی لائق توجہ ہے یہ ظاہر ہے کہ کسی درس گاہ کے اثرات تعلیم ختم ہو جانے کے بعد بالکلکلیہ طلبہ سے زائل نہیں ہو جاتے بلکہ آئندہ زندگی میں بھی کسی نہ کسی حد تک باقی رہتے ہیں۔ انہی طلبہ میں سے کچھ لوگ آگے چل کر مسلمانوں کے رہنما بننے لگتے ہیں۔ اور ان کی پہلک زندگی میں بھی ان اثرات کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں اس لئے اگر وہ مدارس سے باہمی یگانگت اور اشتراک عمل کا سبق سیکھ کر نکلیں گے۔ تو اس کے اچھے اثرات ان کی پہلک زندگی میں بھی ظاہر ہوں گے جس کی اس زمانہ میں بڑی ضرورت ہے اس کے علاوہ مسلمانوں کے اور بہت سے مفید کام اس تنظیم و اشتراک عمل کے ذریعہ بہتر طریقہ سے انجام پاسکتے ہیں جو انفرادی کوششوں کے ذریعہ ممکن نہیں۔

(معارف، مارچ ۱۹۷۷ء)

جو تعلیمی اور دینی دونوں حیثیتوں سے ضروری ہے۔ عموماً ایک مدرسہ کے طلبہ، مدرسین اور منتظمین دوسرے مدارس سے کوئی ربط و علاقہ نہیں رکھتے۔ بلکہ ایک دوسرے کے حالات تک سے بے خبر ہوتے ہیں۔ جس سے ان میں اتحاد و یگانگت کی بجائے اجنبیت اور دوری پیدا ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے کے تجربات اور مفید مشوروں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

اگرچہ یہ مدارس اپنی اپنی جگہ پر خاموشی کے ساتھ تعلیمی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ لیکن ان کے ذمہ تنہا یہی فرض نہیں ہے۔ بلکہ ان پر اور بھی ذمہ داریاں ہیں۔ بہت سے مذہبی اور خود تعلیمی معاملات ایسے ہیں۔ جن کے لئے باہمی صلاح و مشورہ اور اشتراک عمل کی ضرورت ہے مذہبی اور تعلیمی ضروریات کے مطابق وقتاً فوقتاً نصاب اور طریقہ تعلیم میں تیسر و تبدل کی ضرورت پیش آتی ہے۔ حالات کے اقتضاء کے مطابق دین کی خدمت کے بعض پرانے طریقے بدلتے اور نئے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ آئے دن نئے نئے مذہبی اور مذہب سے قریبی علاقہ رکھنے والے سیاسی و معاشرتی مسائل پیش آتے رہتے ہیں۔ جن کا حل ان مدارس کے ذمہ ہے۔ لیکن چونکہ ان میں باہم اشتراک عمل، تعلیم کے علاوہ خدمت دین کا کوئی مشترک پروگرام اور تقسیم عمل نہیں ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا مسائل میں بعض اوقات ان کا طریقہ کار باہم مختلف بلکہ متضاد ہو جاتا ہے۔ جس سے ان میں بعد اور دوری بڑھتی ہے۔ ان حالات کے پیش نظر عربی مدارس کی تنظیم اور ان میں باہم اشتراک عمل کی بڑی ضرورت ہے۔

مختلف مدارس کی انفرادی خصوصیات کی بنا پر ان کے ذوق اور طریقہ کار میں اختلاف ہونا ایک طبعی امر ہے

فتنہ خاکسارستان

”مسلمان گائے کی قربانی ترک کر دیں“

خاکساروں کے نام ہدایات

ہر ایک خاکسار کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے حلقہ کے مسلم احباب کو ہندو مسلم اتحاد کے اس بنیادی نکتہ پر توجہ دلائے اور انہیں گائے کی قربانی کو ترک کر دینے پر آمادہ کرے۔

باب المسادات ہندو عنقریب ہی گنور کھٹا کے عنوان سے ایک رسالہ شائع کر رہا ہے۔ جس میں گنور کھٹا کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال کر ثابت کیا گیا ہے کہ گائے کی حفاظت اور اس کی نسل کی بقا کی ذمہ داری ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لئے زیادہ مفید اور اہم ہے۔

(نور محمد کربلائی سالار ناظم احباب ہند)

باب المسادات ہندوستان۔ ۲۰ اکتوبر جہان گاندھی نے گوپ اشٹمی کے روز ہندو قوم کے نام ایک پیغام دیتے ہوئے کہا ہے کہ گنوتھیا کو روکنے کے لئے مسلمانوں سے لڑنا گنوتھیوں کا دھرم نہیں ہے۔ باب المسادات ہند ہندو مسلم اتحاد کو نزدیک تر لانے کے لئے ہندوستان کے ۲۵ لاکھ خاکساروں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ تالیف القلوب کی حکمت کے پیش نظر اپنی ہمسایہ برادرا قوام کے مذہبی احساس کی قدر کریں۔ اور گنوتھی قربانی کو ہندو مسلم اتحاد پر قربان کر دیں۔

اسلام نے امن عالم کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کی ہے اور مسلمان کی یہ قربانی ان کے لئے بہت نتیجہ خیز ثابت ہوگی۔

اطلاعات

کیفیت کارکردگی مجلس مرکزی الانصار

شعبہ تبلیغ۔ مولوی محمد بخش صاحب ڈیرہ دی اور مولوی دست محمد صاحب ڈنگوی یکم نومبر سے حزب الانصار کے مبلغ مقرر کئے گئے ہیں ہر دو اشخاص نے ماہ نومبر میں ضلع شاہ پور کے کئی دیہات کا دورہ کیا اور دعوت سے اشخاص کی عوام کو تلقین کی۔ مولوی احمد یار صاحب ڈیرہ دی کو ضلع ڈیرہ غازی خان کے علاقہ دیو ایں تبلیغی کام کیلئے مستقل طور پر مقرر کر دیا گیا۔

امیر حزب الانصار نے بہاولپور، پاک پٹن شریف، فاضلہ منڈی چشتیاں اور لاہور کا تبلیغی سفر اختیار کیا۔ آپ یکم نومبر کو پھر سے تبلیغی دورہ پروانہ ہوں گے۔ اور پھر تھہ (ضلع

شیخوپورہ) چشتیاں (ریاست بہاول پور) سامانہ (ریاست پشاور) انبالہ۔ سہارن پور۔ دیوبند۔ دہلی و ممبئی سے ہو کر عشرہ محرم پونہ میں گزاریں گے۔ پونہ کے احباب نے اس دفعہ اصرار سے آپ کو عشرہ محرم کے مواعظ کے لئے دعوت دی ہے۔

شعبہ تعلیم۔ واربرٹن کا مدرسہ حاجی افتخار احمد صاحب کی مساعی جمیلہ سے ترقی کر رہا ہے دارالعلوم عزیزیہ کی حالت بھی گذشتہ سال سے بہتر ہے۔

مرمت مسجد جامع بھیرہ۔ جنگ کی وجہ سے سامان کی گزنی نے عارضی طور پر کام ملتوی کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

اطلاع۔ گذشتہ پرچوں میں حرم کے اضافہ اور چنہ ہار کی بجائے تے کی اطلاع دی جا چکی ہے دی پی کی بجائے تے کی ہو اگر کسی قارئین نوٹ کر لیں (میلنگ)

تبلیغی کتابیں

جریدہ شمس الاسلام کا شیعہ نمبر

المعروف

صور اسرافیل

جواگست ۱۹۴۲ء میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ شیعہ صاحبان کے حق میں ہمیں سخت الفاظ استعمال نہیں کئے گئے مختلف ذرائع گوناگوں حوالوں اور ان کی مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس میں مسئلہ درج صحابہ و تبرہ پر قرآن مجید، احادیث نبوی کریمؐ، اقوال ائمہ سادات، صوفیائے کرام کے ارشادات اور عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اسلامی جرائد اور اکابر ملک کے افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سیزدہ صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے تبرہ بازی کے ہولناک نتائج بیان کئے گئے ہیں۔ حجم ۱۳۲ صفحہ قیمت ۴۰۰ محمولہ اک ۱۔

اجتناب الخنقیہ { اس رسالہ میں صدہا جمع کئے گئے ہیں جن میں دلائل واضحہ و براہین قاطعہ سے فرقہ وافض و مرزائیت کا ارتداد اور رافضی و میرزائی سے سنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴۰۰

تحفہ مرزا ئیہ { یعنی جریدہ شمس الاسلام کے دسمبر ۱۹۴۲ء کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا۔ اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رویوں میں درج ہوئے ہیں قیمت ۴۰۰

کشف التلبیس { مصنف مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب دیواری۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ "نور ایمان" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہا مسیحی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے۔ شیعہ رؤسا کی طرف سے سنیوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں تبلیغ رد اس کتاب میں موجود ہے۔ شیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ قیمت حصہ اول ۲۰۰ حصہ دوم ۲۰۰ حصہ سوم ۲۰۰ مکمل طلب کرنے پر ۱۲۰۰ محمولہ اک بذمہ خریدار۔

برق آسمانی { جس میں مرزائے قادیانی عقائد عبادات و معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں خلیفہ نور الدین و مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں۔ اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے قیمت ۸۰۰ محمولہ اک بذمہ خریدار۔

مازیانہ نقشبندیہ { مولفہ مولانا حافظ عبد الرسول صاحب بکھروی۔ اس کتاب میں مرزائے قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف ۲۰۰ محمولہ اک علاوہ۔

تحقیقہ تشیع { مولفہ پیر قطبی شاہ صاحب مذہب
شیعہ کے سربستہ رازوں کا انکشاف

فی سینکڑہ پانچ روپے قیمت فی نسخہ ار

ہدایات القرآن { عیسائیوں کے مشہور رسالہ
حقائق قرآن کا بلیغ رد۔

نیز اسی رسالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطات بھی دور
ہو سکتے ہیں۔ عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو
ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں۔ لہذا ہدایات القرآن
کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے۔ فی نسخہ ار

کتاب تحقیق المرام فی منع القراءۃ

خلف الامام۔ تصنیف لطیف حضرت مولانا مفتی
پیر غلام رسول صاحب قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ۔ اس
میں حضرت مصنف مرحوم نے حنفی مذہب کی تائید کرتے ہوئے
امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے پر قوی دلائل پیش کئے
ہیں قیمت ۸۔

رسالہ خیر جاری در رد مذہب خاکساری تصنیف

پیرزادہ مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی امرتسری قیمت ار

مظلوم قوم { تصنیف مولوی محمد بخش صاحب مسلم

اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی مساوات و اسلامی
تعلیمات کو موثر پیرایہ میں بیان کئے اچھوتوں کو اسلام کی
دعوت دی ہے قیمت ۵۔

اسلامی جہاد { راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم الشان

میں انصار سپاہیوں سے آلہ کبر الصوت پر خطاب۔ جس میں
اسلامی جہاد کی حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو
واضح کیا گیا ہے اور عہد حاضرہ کی بعض ملحدانہ عسکری

تنظیموں پر بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے۔ از مولانا ظہور احمد
صاحب بگوی امیر مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ قیمت ۸۔

خاکساری مذہب { ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں

پر بمقام میانوالی علمائے کرام کی طرف سے خاکساری مذہب

پر حقیقت افروز تبصرہ۔ جو بصورت ٹریکٹ شائع کر کے

مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ از مولانا ظہور احمد صاحب بگوی

امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت ۸۔

مشرقی فتنہ { متحدہ پنجاب عنایت اللہ مشرقی کے

از قلم جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مدیر ترجمان القرآن

قیمت فی نسخہ ۸۔ فی سینکڑہ ۷۵ علاوہ محصول اک

ضرب کاری بر مذہب خاکساری { متحدہ پنجاب

مشرقی کے عقائد اور اس کی تحریک خاکساری کے متعلق علماء

مصر و بیت المقدس و ترکی و مکہ معظمہ کے حنفی شافعی مالکی

اور حنبلی علمائے کرام کے فتاویٰ کا مجموعہ قیمت فی نسخہ ۸۔

فی سینکڑہ ۷۵ محصول بذمہ خریدار

خاکساری فتنہ { خاکساری لعنت کے خلاف یہ

کے علماء کرام کو بیدار کیا۔ جس کو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا

ایمان مشرقی ملحد کی دستبرد سے محفوظ ہوا اور جس کو کچھ

سرخاکساروں کی تعداد کثیر نے خاکساریت سے توبہ کر لی۔

اس کتاب کی مقبولیت عامہ کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا

ہے کہ تین سال کے عرصہ میں چار دفعہ ہزاروں کی تعداد

میں طبع ہو کر محض ایک تھلک گئی یہ پانچواں ایڈیشن

۵۲ صفحات ہیں از مولانا پیرزادہ محمد بہاء الحق قاسمی قیمت ۳۔

ملنے کا پتہ :۔

میجر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)